THE
SENATE OF PAKISTAN
DEBATES

OFFICIAL REPORT

Thursday the June 13, 2024
(339th Session)
Volume V, No.05
(Nos.01-10)

Printed and Published by the Senate Secretariat, Islamabaad

Volume V — SP.V (05)/2024
No.05 — 15

Contents

1. Recitation from the Holy Quran 1
2. Discussion on the Finance Bill, 2024-25 2
    - Senator Syed Shibli Faraz, Leader of the Opposition *2*
    - Senator Irfan-ul-Haque Siddiqui *19*
    - Senator Saifullah Abro *26*
    - Senator Bushra Anjum Butt *41*
    - Senator Aimal Wali Khan *47*
3. Point of Public Importance raised by Senator Aimal Wali Khan regarding a policy decision/ notification of Ministry of Interior suspending the issuance of passports to Pakistani Citizens seeking asylum abroad 52
4. Further discussion on the Finance Bill, 2024-25 53
    - Senator Taj Haider *53*
    - Senator Jan Muhammad *64*
    - Senator Dost Muhammad Khan *71*
    - Senator Khalil Tahir *74*
    - Senator Aon Abbas *80*
    - Senator Zamir Hussain Ghumro *90*
    - Senator Danesh Kumar *95*
    - Senator Dr. Afnan Ullah Khan *101*
    - Senator Abdul Wasay *103*
    - Senator Syed Masroor Ahsan *111*
    - Senator Abdul Shakoor Khan *113*

SENATE OF PAKISTAN
SENATE DEBATES

Thursday, the June 13, 2024

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad at ten past forty in the morning with Mr. Chairman (Syed Yousaf Raza Gilani) in the Chair.

<u>Recitation from the Holy Quran</u>

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

تَبٰرَكَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ جَعَلَ فِیْهَا سِرٰجًا وَّ قَمَرًا مُّنِیْرًا ﴿۶۱﴾ وَ هُوَ الَّذِیْ
جَعَلَ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴿۶۲﴾ وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ
الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿۶۳﴾ وَ الَّذِیْنَ
یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِیَامًا ﴿۶۴﴾ وَ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ
اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿۶۵﴾ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا ﴿۶۶﴾

ترجمہ: بڑا برکت والا ہے جس نے آسمان میں ستارے بنائے اور اس نے چمکتا ہوا چاند بھی بنایا اور وہی ہے۔ جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا بنایا اس لیے کہ جو نصیحت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ یا جو شکر ادا کرنا چاہتا ہے اور رحمٰن کے وہ بندے ہیں جو زمین پر آہستہ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو صرف کہتے ہیں سلام۔ اور وہ جو اپنے رب کے لیے سجدے اور قیام کی حالت میں رات گزارتے ہیں۔ اور وہ جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب جہنم کو ہم سے دور کر دے بے شک جہنم کا عذاب بہت بڑی تباہی ہے۔ (سورۃ الفرقان آیات ۶۱ تا ۶۶)

Mr. Chairman: Any leave of absence? There is no leave of absence. Order No. 2. Consideration of the

following motion moved by Senator Muhammad Aurangzeb, Minister for Finance and Revenue, on 12th June, 2024:-

> "That the Senate may make recommendations to the National Assembly on the Finance Bill, 2024, containing the Annual Budget Statement, as required under Article 73 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan."

I would request that the parliamentary leaders will make speeches for 15 minutes, members for 10 minutes and Leader of the Opposition and Leader of the House no limit. Thank you. I give the floor to the Leader of the Opposition to open the debate.

Discussion on the Finance Bill, 2024-25

Senator Syed Shibli Faraz, Leader of the Opposition

سینیٹر سید شبلی فراز (قائد حزب اختلاف): جناب چیئرمین! اس وقت نہ کوئی منسٹر بیٹھا ہوا ہے اور نہ فنانس منسٹر موجود ہے۔ ممبران کی تعداد بھی بڑی کم ہے۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ میں کس کے لیے بولوں اور کیا بولوں۔

جناب چیئرمین: جب آپ بولیں گے تو سب آ جائیں گے۔ جب آپ کی آواز آئے گی تو سب آ جائیں گے۔

سینیٹر سید شبلی فراز: مجھے لگتا تو نہیں ہے لیکن آپ فرما رہے ہیں تو ٹھیک ہے۔ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ اِنَّاۤ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ ؕ﴿۱﴾ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَ انۡحَرۡ ؕ﴿۲﴾ اِنَّ شَانِئَکَ ہُوَ الۡاَبۡتَرُ ﴿۳﴾

جناب چیئرمین! میری خواہش تو یہ تھی کہ ہمارے فنانس منسٹر موجود ہوتے یا کوئی وزیر موجود ہوتا لیکن شاید انہوں نے اس کو اتنا اہم نہیں سمجھا کہ اپوزیشن کی تقاریر سن لی جائیں۔ فنانس منسٹر صاحب ایک شریف آدمی ہیں۔ وہ banking sector سے تعلق رکھتے ہیں۔ میرا تعلق بھی banking sector سے تھا۔ وہ اچھے آدمی ہیں لیکن انہوں نے اس حکومت میں آنے کا جو فیصلہ کیا ہے میرا خیال ہے کہ ان کی زندگی کا سب سے غلط فیصلہ تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حکومت میں آنا اور پاکستان کے عوام کی خدمت کرنا بہت بڑا اعزاز ہے اور خاص طور پر وزارت خزانہ ایک فخر کی بات ہے لیکن یہ اعزاز اور فخر اس وقت اس آدمی کو میسر ہوتا ہے یا اس کا حق دار ہوتا ہے جب وہ کسی legitimate government کا حصہ ہو۔ جو موجودہ حکومت ہے وہ legitimacy سے عاری ہے۔ جس طریقے سے یہ حکومت آئی سب کو پتا ہے۔ جس طرح یہ حکومت بنائی گئی سب کو پتا ہے۔ تو ایسی صورت حال میں کیا ہوتا ہے؟ جب کوئی حکومت عوام کی مینڈیٹ سے نہ آئی ہو اس میں legitimacy کا فقدان ہوتا ہے۔ Dictatorship اور ایک elected government میں کیا فرق ہوتا ہے۔ Dictatorship میں وہ legitimacy نہیں ہوتی کیونکہ اس میں عوام کی support حاصل نہیں ہوتی۔ جمہوری حکومت کو عوام نے جو مینڈیٹ دیا ہوتا ہے اس کی ایک moral strength ہوتی ہے اور اس کی legitimacy ہوتی ہے۔ اس لیے وہ مختلف قسم کے فیصلے جس میں آپ کو سخت فیصلے کرنے پڑتے ہیں۔ آپ کو reforms کرنی ہوتی ہیں۔ آپ کو عوام کے دل پر ہاتھ رکھتے ہوئے اپنا بجٹ بنانا ہوتا ہے۔ جب آپ میں legitimacy کا فقدان ہو تو نہ آپ کے پیچھے وہ support ہوتی ہے اور نہ آپ کے اندر وہ moral strength ہوتی ہے جس کی بنیاد پر آپ فیصلے کر سکیں۔ یہ بجٹ بھی عکاسی کرتا ہے اس حکومت کی فنانس منسٹری کی جس کی کوئی legitimacy نہیں ہے۔ وہ ان اقدامات سے نظر آتا ہے کہ نمبر ایک کہ نہ تو اس میں کوئی economic vision نظر آتا ہے اور نہ اس میں ملک کو جو ایک بھکاری بنا دیا گیا ہے اس سے جان چھڑانے کی چھوٹی سی کوشش بھی نہیں کی گئی ہے۔ یہاں پر میں یہی کہوں گا کہ میرے والد صاحب نے بڑے articulately اس کو capture کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ

میں تو اس صبح درخشاں کو تونگر جانوں
جو میرے شہر سے کشکول گدائی لے لے

جناب چیئرمین ! یہ جو کشکول گدائی ہے یہ خاصا رہا ہے۔ ہم کیسے اس نہج پر پہنچے ہیں۔ اس ملک کی معاشی بدحالی یا اس ملک کے اداروں کی بدحالی کا سہرا اگر آپ دیکھیں، چیئرمین صاحب ! آپ برا نہیں منائیے گا، اگر ہم دیکھیں کہ 1971 کے بعد جو West Pakistan تھا جو پاکستان بنا، اس وقت سے لے کر two segments of Pakistani society have governed this country. One is Pakistan Muslim League (N) while the other is Pakistan People's Party. The same tenure has been shared by dictatorships. اس میں PTI کا کوئی ہاتھ نہیں ہے کیونکہ PTI تو 2018 میں اقتدار میں آئی۔ اس سے پہلے 2013 میں ہم نے صوبے میں حکومت بنائی۔ اگر ہم یہ دیکھیں کہ یہ جو سفر ہے پچھلے تقریباً پچاس سالوں کا، اس سفر میں گاڑی کس کے ہاتھ میں تھی۔ وہ political side پر ان دو سیاسی جماعتوں کے ہاتھ میں تھی، باقی ان کے ساتھ جو بھی ان کے حواری تھے جبکہ دوسری طرف dictatorships تھیں۔

اب جو بجٹ پیش کیا گیا ہے، اس میں ہم نے یہ دیکھا ہے، میں زیادہ تفصیل میں نہیں جاؤں گا کیونکہ یہ بجٹ ایک تو کل رات کو ملا اور اس پر بڑی چیزیں دیکھی جا سکتی ہیں لیکن جو ایک عوام کا عام تاثر بھی ہے اور جو ہم نے بھی facts and figures دیکھے ہیں، وہ یہ ہیں کہ پاکستان تحریک انصاف بحیثیت ایک political party دونوں Houses میں پاکستان کی سب سے بڑی political party ہے۔ ہمارا ماننا یہ ہے کیونکہ پاکستان تحریک انصاف، پاکستان کے عوام کی majority کی نمائندگی کرتی ہے، وہ اس بجٹ کو زہر قاتل سمجھتی ہے۔

(ڈیسک بجائے گئے)

سینیٹر سید شبلی فراز: پاکستان تحریک انصاف اور پاکستان کے عوام ایک طرف کھڑے ہیں جبکہ اشرافیہ کے نمائندے اور ایک illegitimate حکومت میں بیٹھے ہوئے لوگ، دوسری طرف کھڑے ہیں۔ ظاہر ہے انہیں کیا احساس ہوگا عوام کے جذبات کا۔ جو taxes لگائے گئے ہیں، اس کو اگر

آپ دیکھیں تو آپ کو نظر آئے گا کہ پاکستان کی جو salaried class ہے، ان پر مزید ٹیکس لگا دیا گیا ہے۔ ایک طرف minimum wage کو بڑھا دیا گیا ہے، بہت اچھی بات ہے لیکن اس میں بھی کسی کا گزارہ نہیں ہوتا۔ 50 ہزار روپے والی تنخواہ والے کو بھی ٹیکس کی حد میں لے آئے ہیں۔ اسی طرح اگر آپ higher end پر جائیں تو اس میں گو کہ ٹیکس بڑھایا نہیں گیا لیکن اس کا threshold نیچے کر دیا گیا ہے۔ پہلے 60 لاکھ کی تنخواہ پر جو ٹیکس لگتا تھا، اس کو 40 یا 41 لاکھ پر لے آئے ہیں۔ اس سے کیا ہوگا؟ یہ ہوگا کہ ایک تو پاکستان میں senior level پر کام کرنا viable نہیں رہے گا۔ نیچے جو 50 ہزار کی یا اس سے اوپر کی category ہے، ان کا تو تقریباً جینا ہی حرام ہو گیا۔ وہ بے چارے تو بنے ہی اسی لیے تھے۔

یہ جو اشرافیہ کے نمائندے ہیں، یہ دو جماعتیں اور ان کے ساتھ ان کے جو allies ہیں، انہوں نے ہمیشہ پاکستان کے عوام کا خون چوسا ہے۔ یہ بجٹ اس سے مختلف نہیں ہے۔ بجٹ جس میں بنیادی طور پر پاکستان میں ڈالرز لانے کے لیے دو چیزیں ہوتی ہیں۔ ایک Foreign Direct Investment ہوتی ہے جبکہ دوسری exports ہوتی ہیں۔ Exports پر پہلے جو 1.25% turnover tax تھا، اب اس کو بھی یہ لوگ normal taxation میں لے آئے ہیں۔ ایک طرف ہم اپنی exports بڑھانے کی کوشش کر رہے ہیں جبکہ دوسری طرف ہم انہیں punish کر رہے ہیں۔

دوسرا sector, IT sector ہے جس میں ہماری IT کی exports پر بھی وار کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اگر مارکیٹ میں آپ نے documented economy لانی ہے تو capital markets اس کا ایک بڑا واضح ثبوت ہوتی ہیں کہ اس ملک میں کتنی documented economy ہے۔ گو کہ ہماری capital markets کا size, if compared to India بہت چھوٹا ہے۔ ہمارے ہاں investors ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ نہیں ہیں جبکہ انڈیا میں یہ تعداد بہت زیادہ ہے۔ خیر ہم انڈیا کے ساتھ کیا compare کریں۔ انہوں نے تو ہمیں طعنہ دیا ہے کہ ہم پہلے ہاتھ میں بم لے کر پھرتے تھے جبکہ اسی ہاتھ میں اب کشکول لے کر پھرتے ہیں۔ یہ ہمارے لیے ایک بہت ہی افسوسناک بات ہے۔ اس statement

سے ہمارا بہت دل دکھا ہے۔ مجھے نہیں امید کہ ہمارے پرائم منسٹر یا ہماری حکومت کو اس سے کوئی تکلیف پہنچی ہو گی۔

اس کے علاوہ taxation ایسے sectors پر لگائی گئی ہے جس سے ہماری economy مزید پیچھے جائے گی۔ قرضوں کا اتنا بڑا پہاڑ ہے جس میں تقریباً 57 ٹریلین کا ہمارا public debt بن گیا ہے۔ ہماری جو debt servicing ہے، وہ تقریباً 75% of the revenues ہے۔ کوئی دس ٹریلین کے قریب ہم نے اپنی debt servicing کرنی ہے۔ بجٹ میں آمدن کا جو ہدف رکھا گیا ہے، وہ بھی بہت خوش خیالی پر مبنی ہے۔ اس سے کیا ہوگا؟ ہمارا fiscal deficit مزید بڑھے گا، اس کے لیے ہم مزید قرضے لیں گے، ہم local banks سے قرضے لیں گے۔ Local banks کو بھی اب اس line پر لگا دیا گیا ہے کہ پرائیویٹ سیکٹر کو قرضہ کیوں دیتے ہو، اس میں risk بھی involved ہے، حکومت کے treasury bills میں invest کرو، اچھا return ملے گا، پیسہ بھی safe ہوگا۔ اس طریقے سے آپ نے private sector borrowing کو squeeze out کر دیا ہے۔

اس کے ساتھ جو debt servicing ہے اور جو ہماری آمدن ہے، اس کے بعد بچا ہی کیا ہے؟ اگر آپ دو sectors ہی لے لیں جس میں ایک آپ کے power sector کا circular debt ہے جو کہ تقریباً 5 ٹریلین سے اوپر چلا گیا ہے۔ ہمارے وقت میں وہ 1.2 ٹریلین تھا۔ یہ 2022 کے figures ہیں، کوئی پچھلی صدی کی بات نہیں ہو رہی۔ اس کے ساتھ pensions کا معاملہ ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ first time pensioners کا تخمینہ 1.2 ٹریلین سے زیادہ ہے جبکہ 809 ارب روپے جو pension funds کے ہوتے ہیں۔ یہ دو ایسی چیزیں ہیں، apart from the fiscal deficit جو کہ اس ملک کو، خاکم بدہن، لے ڈوبیں گی۔

ہم نے exports پر بھی وار کیا۔ ابھی جو اہداف ہیں، دو تین سال گزر جانے کے بعد، جو دو سال کے پہلے کے figures تھے، اس تک بھی نہیں پہنچ سکے یعنی 31 ارب ڈالرز ہمارے وقت میں تھے۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ یہ اس وقت ہوتا ہے، جس طرح میں نے پہلے کہا، جب ایک حکومت

bold decisions نہیں لے سکتی کیونکہ اس کے پاس وہ اخلاقی قوت نہیں ہوتی۔ جب آپ کے پاس اخلاقی قوت نہ ہو اور آپ ہر وقت ڈر رہے ہوں، آپ ہر دو منٹ کے بعد پیچھے دیکھتے ہیں، اس سے آپ ملک و قوم کو آگے نہیں لے جاسکتے۔ خوشحالی تو دور کی بات، اس کی جو اپنی بنیادی requirements ہیں، وہ بھی آپ قرضے لے کر پورا کریں گے۔

ہمارے وقت میں، regime change سے پہلے، 21-2020 کے دوران معاشی ترقی کی شرح 5.74 فیصد اور 22-2021 میں 6.18 فیصد تھی۔ اس کے بعد regime change آتی ہے۔ اس میں جو نااہلی اور lack of moral and legitimate strength تھی، اس کے بعد یہ ہدف نیچے دھڑام سے 2.1 per cent- تک گر گئی۔ 24-2023 میں یہ 2.38 رہی۔ ظاہر ہے پاکستان میں اس کی consequence یہی ہو گی کہ گزشتہ دو سالوں میں مزید ایک کروڑ افراد خط غربت سے نیچے چلے گئے۔ یہ 2022 میں 35.5 فیصد تھی اور ماشاءاللہ 2024 میں 40 فیصد ہے۔ پاکستان کے قرضوں میں مسلسل اضافہ ہوا ہے۔ ہمارے وقت میں 44.3 کھرب روپے کا قرضہ تھا اور مارچ، 2024 کے اعداد و شمار یہ بتاتے ہیں کہ یہ 67.5 کھرب روپے تک پہنچ چکا ہے۔ ہر گزرتے دن کے ساتھ اس میں اضافہ جاری ہے۔ نیویارک میں ایک گھڑی لگی ہے جو روزانہ امریکہ کے قرضوں میں اضافے کو دکھاتی ہے اور جس طرح ہم نے کشمیر کے occupation کو کتنے دن ہوگئے ہیں، اس کے لئے گھڑی لگائی تھی، اسی طرح اپنے قرضوں کے لئے بھی ایک گھڑی لگائیں کہ وہ ایک گھنٹے کے حساب سے کتنا بڑھ رہا ہے۔ ترسیلات یعنی foreign remittances ہمارے وقت میں جولائی سے مئی تک 28.5 ارب تھے اور ابھی جولائی سے مئی تک 27 ارب ہیں۔ اگر آپ ان اعداد و شمار کو دیکھیں تو یہ نظر آتا ہے کہ ہمارا سفر نیچے کی طرف ہی گامزن ہے۔ یہ کب رکے گا؟ یہ اس وقت رکے گا جب اس ملک کی اشرافیہ بجائے باہر کے ملکوں میں اپنی جائیداد رکھنے کے، اپنے کاروبار ملک سے باہر رکھنے کے، وہ سب پاکستان میں رکھیں۔ جو recent خبر آئی تھی کہ ان کی دبئی میں 11 ارب ڈالر کی properties ہیں اور یورپ، امریکہ اور دوسرے ممالک کی تو انتہا ہی نہیں ہے۔

جناب! اگر آپ French Revolution کا background دیکھیں تو اس کی ایک main cause, high public debt تھی۔ اگر آپ Charles Dickens کی کتاب The Tale of Two Cities پڑھیں تو اس میں 2000 کے قریب اشرافیہ کا بڑی خوبصورتی سے احاطہ کیا گیا ہے۔ جب قربانی کی بات آئے تو وہ پاکستان کے عوام دیں اور جب عیاشی کی بات آئے تو اشرافیہ آگے، آگے ہو۔ اس ملک کی اشرافیہ جو بہت ہی کم تعداد میں ہے، اس نے اپنا تسلط 225 million عوام پر قائم کیا ہوا ہے۔ اگر انہیں اس ملک سے اتنی ہی محبت ہے، جو یہ کہتے ہیں اور اسی پر سیاست بھی کرتے ہیں تو انہوں نے ملک سے باہر جو جائیدادیں بنائی ہیں، وہ پیسے جو انہوں نے ملک سے باہر مختلف بینکوں میں رکھے ہوئے ہیں، ان سب کو لے آئیں تو اس سے ہمارے ملک کا قرضہ ختم ہو جائے گا اور ساتھ میں یہ atonement بھی ہو جائے گی کہ آپ نے اپنے گناہوں کی معافی مانگ لی۔ ان سب نے ادھر ہی رہ جانا ہے اور یہاں کے علاوہ، جواب اوپر بھی دینا ہے۔ جو یہاں کا جواب ہے، اس کے لئے آپ نے ایک ادارہ بنایا جسے نیب کہتے ہیں۔ Supposedly, Pakistan Muslim League (N) نے ایک احتسابی کمیشن بنایا تھا اور غالباً سیف الرحمٰن ان کے کرتا دھرتا تھے۔ وہ اس لئے بتایا گیا تھا کہ کس طرح political victimization کر سکے۔ اس پر بڑی بات اور طعنہ زنی ہوتی ہے کہ پاکستان تحریک انصاف کی حکومت میں لوگوں پر بڑے کیسز بنے اور انہیں جیل میں ڈالا گیا۔ بالکل شاید ایسا ہی ہوا ہو لیکن وہ کون سے مقدمات تھے؟ یہ وہ مقدمات تھے جو پاکستان مسلم لیگ (ن) نے پاکستان پیپلز پارٹی پر درج کئے اور پاکستان پیپلز پارٹی نے مسلم لیگ (ن) پر درج کئے۔ پاکستان تحریک انصاف نے صرف ایک کیس شہباز شریف صاحب کے خلاف lodge کیا جو open and shut case تھا۔ اس کے علاوہ ہم نے کوئی اور political cases نہیں بنائے۔ آج جو باہنوں میں باہنیں ڈالے ہوئے ہیں، اگر آپ ان سے پوچھیں تو یہ ایک دوسرے کے مجرم ہیں۔ انہوں نے ایک دوسرے کو پھنسایا ہے اور انہیں ہم نے نہیں پھنسایا ہے۔

جناب! ہم صرف 35 مہینے کے لئے حکومت میں آئے تھے۔ اس دوران تو ہم دو سال Covid-19 کے ساتھ نبرد آزما رہے۔ اس دوران جب پوری دنیا paralyse ہو چکی تھی، الحمد للہ ہماری اموات کم ہوئیں، کوئی بھی سڑکوں پر نہیں آیا اور ابھی میں نے جو معاشی اعداد و شمار بتائے،

یہ اس وقت کے تھے کیونکہ عمران خان عوام کا دل سے سوچتے ہیں۔ اس نے ایسے اقدامات اٹھائے جس سے لوگوں کو تنخوائیں، کھانا اور سائبان ملے۔ Covid-19 کے باوجود ہم نے 6.1 فیصد کی growth دکھائی اور ہم نے قیمتی جانوں کو بھی بچایا۔ جو آپ کے ساتھ ہوا، وہ ہم نے implement کرنے کی کوشش کی۔ اس سے پہلے آپ ایک دوسرے کو blackmail کرنے کے لئے مقدمات بناتے تھے اور ایک fixed match کھیلتے تھے۔ جب پاکستان تحریک انصاف کی حکومت آئی اور ہمارا یہ manifesto تھا کہ ہم accountability کریں گے، اس کے لئے ہمیں facilitate بھی کیا گیا اور بتایا گیا کہ یہ، یہ ثبوت ہیں لیکن پھر انہی لوگوں کو دوبارہ install کیا گیا۔ میرے خیال میں ایسا کرنا ملک سے دشمنی کے زمرے میں آتی ہے۔ نیب قوانین میں تبدیلی کے لیے FATF negotiations کے ذریعے ہماری حکومت کو blackmail کرنے کی کوشش کی گئی اور ایک ایسا NRO مانگا گیا، practically آج بھی وہ نسخہ ہمارے ساتھ موجود ہے اور وہ لوگ ہمارے ذہنوں میں نقش ہیں۔ کس پارٹی کے کون سے لوگوں نے ہمارے ساتھ meetings کیں اور اتفاق سے میں بھی ان meetings میں تھا۔ آپ یہ چاہتے تھے کہ کرپشن ایک طرح سے legalise ہوجائے۔ اس کے بعد آپ نے نیب قوانین میں جو amendments کیں، وہ انتہائی مضحکہ خیز تھیں۔ اس کے ذریعے practically آپ نے white collar crime کو جائز قرار دے دیا۔ 50 کروڑ روپے سے نیچے کی کرپشن کو کرپشن ہی نہیں مانا۔ جو family accounts ہوتے ہیں، آپ نے وہ بھی علیحدہ کردیا۔ غرض یہ کہ ایسی amendments کی گئیں کہ جس سے تقریباً کرپشن جائز ہو گئی۔

جناب! جو نیب کی performance ہے، یہ 2000 میں جنرل مشرف نے بنایا تھا۔ 2000 سے 2017 تک نیب نے 295 ارب روپے کی recovery کی۔ پاکستان تحریک انصاف کی حکومت جو 2018-21 تک تھی، اس میں نیب نے 426 ارب روپے کی recovery کی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ہماری حکومت کی commitment تھی۔ ملک کا جو لوٹا ہوا پیسہ تھا، ہم اسے واپس عوام کے لئے لا رہے تھے۔ یہ جو ایک دردناک کہانی ہے، یہ جو ایک درد کا سفر ہے، بدقسمتی سے اس کا سلسلہ ابھی تک ٹوٹا نہیں ہے۔ یہ جو کچھ بھی ہورہاہے، چاہے وہ taxation ہی کیوں نہ

ہو، taxation کے بارے میں world renowned economist Adam Smith اپنی کتاب wealth of nations میں لکھتے ہیں کہ

there is a crucial link between taxation and representation. Free and fair elections facilitate taxpayers. Unjust taxation could lead to tyranny and oppression. Since sanctity of elections assumes central importance as the taxation policies reflect the collective will of the populous, democratic accountability in taxation.

جناب چیئرمین! یہ تب ہوتا ہے جب کسی بھی ملک میں free and fair elections ہوں۔ ہم نے یہ دیکھا کہ جب پاکستان تحریک انصاف نے اپنی دو حکومتیں آئین کے مطابق dissolve کیں تو اس کا natural consequence as per the Constitution یہ تھا کہ نوے دن کے اندر خیبر پختونخوا اور پنجاب میں انتخابات ہونے تھے لیکن یہ انتخابات نوے دن تو کیا، 180 دن میں بھی نہیں ہوئے۔ بجائے اس کے کہ آئین پر عمل داری ہوتی، ایسے کٹھ پتلیوں کو لا کر بٹھا دیا گیا جس سے ملک میں یہ تمام معاشی اشاریے اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ جن لوگوں کو بٹھایا گیا، وہ نااہل بھی تھے اور وہ legitimacy lack کرتے تھے۔

اس کے بعد ایک ظلم و جبر کا سفر شروع ہوا جس میں پاکستان تحریک انصاف کے قائد، پاکستان کی سب سے بڑی جماعت کے قائد، پاکستان میں سب سے popular party کے قائد کو جیل میں ڈالا گیا، لیڈرشپ کو persecute کیا گیا، کارکنوں کو persecute کیا گیا۔ آج بھی ہمارے ہزاروں سیاسی کارکن اور ہماری لیڈرشپ جیلوں میں ہیں۔ اس ایوان کا رکن سینیٹر اعجاز چوہدری، جن کے production orders کے لیے ہم بارہا درخواست کر چکے ہیں لیکن وہ شاید اتنے خطرناک ہیں کہ ان کو ہم اس ایوان میں نہیں لا سکتے۔۔۔

(اس موقع پر ایوان میں شیم، شیم کے نعرے لگے)

سینیٹر سید شبلی فراز: اب ایسی صورت حال جس میں مینڈیٹ چرایا گیا ہو، پھر انتخابات ہوئے، پہلی بات تو یہ ہے کہ الیکشن کمیشن آف پاکستان کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ آئین کے مطابق جو کہ اس کا constitutional role ہے کہ وہ آئین کے مطابق انتخابات منعقد کرائے، جس میں وہ بری طرح ناکام ہوا۔ پھر عدالت عظمیٰ نے یہ فیصلہ دے دیا تھا، اس کا عدالت عظمیٰ سے کوئی تعلق نہیں ہے، آئین میں ہر چیز بڑی clear لکھی ہوئی ہے۔ آپ کو سپریم کورٹ جانا پڑا، اس کی وجہ سے انتخابات ہوئے ورنہ اگر وہ فیصلہ نہ ہوتا تو شاید آج تک انتخابات نہ ہوتے۔ پھر پاکستان تحریک انصاف کا انتخابی نشان چھینا گیا اور یہ کہہ کر کہ پاکستان تحریک انصاف نے پارٹی الیکشن نہیں کرائے، وہ آج بھی یہی کہہ رہے ہیں۔ پچھلے تین سالوں میں پاکستان تحریک انصاف نے 3 elections کرائے ہیں۔ گزشتہ سال 2 elections کروائے ہیں اور ایک الیکشن اس سال کروائے ہیں۔ لیکن جب آپ نے طے کر لیا ہے کہ ہم نے پاکستان تحریک انصاف کے الیکشن کو نہیں ماننا، نہیں مانیں گے جو کچھ بھی ہو جائے۔ جب آپ ایک فریق بن جائیں تو پھر ہوتا یہ ہے کہ عوام کا غیظ و غضب آتا ہے چاہے آپ ان کو پچاس ہزار نئے symbols دے دیں، وہ اس کی پرواہ نہیں کرتے اور ثابت کیا کہ باوجود confusing, مشکل لیکن well thought out انتخابی نشان جو illiterate لوگوں کو گمراہ کرسکے، اس کو بھی عوام نے اپنی commitment سے، commitment to democracy, commitment with the Chairman of Pakistan Tehreek-e-Insaf, Imran Khan, انہوں نے record vote دیے اور ہر جگہ باوجود اس کے کہ تمام مشکلات کھڑی کی گئی تھیں، gerrymandering ہوئی تھی، حلقوں میں ایک ہی خاندان کے لیے مختلف polling stations بنا دیے گئے تھے، سب کچھ کیا گیا، nomination papers چھینے گئے، امیدواروں کو اٹھایا گیا، اس کے باوجود آپ کو ایک شرمناک شکست ہوئی، پاکستان تحریک انصاف اُبھری۔۔۔۔

(اس موقع پر ڈیسک بجائے گئے)

سینیٹر سید شبلی فراز: پاکستان تحریک انصاف اس ملک کی سب سے بڑی سیاسی جماعت کے طور پر دونوں ایوانوں میں اُبھری۔ آپ کا دل شاید ابھی بھی نہیں بھرا۔ ہماری petition جس

میں ہم نے الیکشن کروائے، آپ اس بات کا اندازہ کریں کہ وہ الیکشن کمیشن آف پاکستان جس کو اربوں روپے ملتے ہیں، وہ انتخابات منعقد کروانے کے لیے خرچ کرتا ہے لیکن وہ ہمارے الیکشن کو نہیں مانتا، اس لیے نہیں مانتا کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ ہو نہیں سکتا، آئین اور قانون کیا چیز ہے۔ ابھی بھی ہماری petition کی 30 مئی کو شنوائی تھی لیکن کبھی cause list لگتی ہے اور کبھی ہٹا دی جاتی ہے۔ یہ کیا ہے جناب چیئرمین؟ اس کو ہم کیا کہیں؟ آپ تو ایک سیاسی کارکن اور ایک سیاسی لیڈر ہیں، ساری زندگی آپ کی سیاست میں گزری ہے۔ شاید ہم میں سے بہت کم لوگ ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ نے یہ عزت دی ہے کہ وہ سارے عہدوں پر ماشاء اللہ رہ چکے ہیں۔۔۔۔

(اس موقع پر ڈیسک بجائے گئے)

سینیٹر سید شبلی فراز: ہم تو نہیں ہیں۔ آپ بتائیں، یہاں پر ان کی لیڈرشپ بیٹھی نہیں ہے، Leader of the House نہیں ہیں اور کوئی وزیر نہیں ہے۔ Leader of the Opposition کا اپنا ایک role ہوتا ہے، اس کو ادا ہی نہ کرنے دیا جائے۔ اب پاکستان تحریک انصاف کو انتخابی نشان نہیں دیا جا رہا، اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ابھی تک دل ٹھنڈا نہیں ہوا کیونکہ ابھی ہم نے local bodies کے الیکشن بھی کروانے ہیں، اگر پاکستان تحریک انصاف کو اپنا نشان مل گیا تو پھر معاملات ٹھیک نہیں ہوں گے۔ ہم نے اسلام آباد کے الیکشن میں دیکھا کہ ہم نے تینوں سیٹوں کو جیتا ہے۔ ہم Election Tribunal میں گئے تو جناب! وہ ایک اور مضحکہ خیز بات ہے کہ Election Commissioner of Pakistan یہ کہتا ہے کہ ایک candidate کا Tribunal کے ایک جج پر اعتماد نہیں ہے تو فوراً اس کو تبدیل کر دیتے ہیں۔ یہ تو شکر ہے کہ عدالت نے اس کو نہیں چھوڑا۔ یہ آپ کے mindset کو ظاہر کرتا ہے کہ آپ نے یہ طے کر لیا ہے۔ جب آپ نے یہ طے کر لیا ہے تو پھر بھول جائیں عمران خان کو، بھول جائیں پاکستان تحریک انصاف کو اور بھول جائیں ہم سب کو جو جتنے بھی یہاں پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ صرف ملک کا سوچیں، یہ economic figures اسی کا آئینہ ہیں کہ آپ نے غلط طریقے سے، میں کہہ سکتا ہوں اس وقت جو ہمارے وزیراعظم ہیں، وہ بھی اپنے الیکشن ہارے ہوئے ہیں۔ وہ بھی manipulated results کے ذریعے آئے ہیں۔ وزیر دفاع ہے، فلاں وزیر ہے، فلاں

وزیر ہے، they all lost their electionsاور یہ بیٹھے ہوئے ہیں توکیسے آپ توقع کرتے ہیں کہ اس ملک میں ایک سیاسی استحکام آئے گا۔ اس ملک میں جب تک سیاسی استحکام نہیں آئے گا، جب تک عوام کے مینڈیٹ کو اس کے مستحق لوگوں میں نہیں دیا جائے گا، جب وہ لوگ جو صحیح معنوں میں جیتے ہیں، وہ پارلیمنٹ میں بیٹھے ہوں گے اور وہ لوگ جو نہیں جیتے وہ باہر ہوں گے تو عوام کی منشا سے آئے ہوئے لوگ پارلیمنٹ میں ہوں گے۔ دیکھیں morality اور legitimacy میں اللہ تعالیٰ نے بڑی برکت اور طاقت رکھی ہوئی ہے، جب آپ میں وہ نہیں ہوگی تو آپ بیشک Hercules ہوں، کوئی طاقت آپ میں نہیں ہوگی کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے جو کائنات بنائی ہے اس کی جو بنیادی چیز ہے وہ rule of law ہے جس کے بارے میں ہماری پارٹی ہمیشہ ذکر کرتی ہے اور ہم اس پر believe کرتے ہیں۔ کسی بھی ملک میں جب آئین، rule of law نہیں ہوگا، جس ملک میں property rights secure نہیں ہوں گے تو اس ملک میں کوئی کیا Invest کرے گا؟ باہر کے لوگ اس ملک میں کیوں Invest کریں؟ کدھر گئے وہ Swiss accounts? بھول گئے، کدھر گئے Avenfield بھول گئے۔ بھائی یہ پیسے آپ اس ملک میں لے کر آئیں اس وقت ملک کو ضرورت ہے۔ اس ملک کو آپ نے ہی اس نہج پر پہنچایا ہے۔

آپ یہ نہیں کرسکتے کہ پاکستان کے غریب عوام کے خون پسینے کی کمائی سے باہر اپنی جائیدادیں بنائیں کیوں کہ آپ اپنا future secure کرنا چاہتے ہیں۔ پاکستان کے عوام گھاس کھائیں گے؟ پاکستان کے عوام جس میں majority young لوگوں کی ہے وہ اپنا مستقبل کس طرح سے دیکھیں گے؟ یہاں پر اس وقت ہمارے caretaker Prime Minister نہیں ہیں، جب ان سے پوچھا گیا کہ millions of youngsters are leaving the country تو انہوں نے کہا so what? جناب چیئرمین! نوجوان اس ملک کا سب سے قیمتی اثاثہ ہیں۔ آپ ان سے پوچھیں انہوں نے بجٹ میں ان کے لیے کیا رکھا ہے؟ آپ ان سے پوچھیں کہ Higher Education کے funds کتنے ہیں؟ وہ کوئی چالیس سے ساٹھ ارب روپے کے درمیان ہیں لیکن آپ کی priority کیا ہے؟ آپ کی priority یہ ہے کہ آپ نے firewall and social media کو control کرنے کے لیے تیس سے پینتیس ارب روپے کی allocation کی ہے۔ یہ کیا ہے؟ جناب! یہ priorities ہیں۔ جب آپ نوجوانوں کو ان کے

مستقبل سے مایوس کر دیں گے تو ظاہر ہے اس سے frustration بڑھے گی، یہ ایک اثاثہ بھی ہیں اور یہ بہت بڑی liability بھی بن سکتے ہیں۔ اگر ہم نے ان کا خیال نہ رکھا اور اگر ہم نے ان کو روشن مستقبل کی direction نہ دی، ابھی تو ان نوجوانوں نے خواب دیکھنے بھی چھوڑ دیے ہیں۔ وہ نہیں سمجھتے کہ اس وقت ان کا مستقبل اس ملک میں بہت روشن ہے۔

Coming back to Election Commission of Pakistan,

جناب چیئرمین! آپ مجھے بتائیں once again I am saying that you are the political person and you fought many elections. I don't want to quote the example of our enemy country, ابھی وہاں پر الیکشن ہوئے ہیں، 800 million سے زیادہ لوگوں نے ووٹ cast کیے ہیں۔ ہزار، لاکھوں polling stations تھے، ایک جگہ پر صرف ایک بندہ رہتا تھا انہوں نے اس کے لیے بھی polling station بنایا۔ اس پورے الیکشن کا دورانیہ ایک مہینے کا تھا جو EVM کے ذریعے conduct کیا گیا۔ ایک آواز اٹھی ہے کہ الیکشن rigged تھا، انتقال اقتدار کیسے ہوا؟ جناب چیئرمین! ہم بھی اس صف میں شامل ہونا چاہتے ہیں کہ یہ ملک ہمیشہ اسی legitimacy کی جنگ لڑتا رہا ہے کہ یہ الیکشن جیتا ہے وہ جیتا ہے، وہ نہیں مانتا، ہارنے والا بھی نہیں مانتا اور جیتنے والا کہتا ہے کہ میں جیت گیا ہوں۔ اس قسم کی چیز نے ہمارے political system کو بالکل ہی کھوکھلا کر دیا ہے۔ ہم اپنے elections free and fair کیوں نہیں کروا سکتے؟ اس لیے کہ جو vested interests ہیں جس میں مجھے بہت افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے اس میں آپ کی political party بھی شامل ہے، Pakistan Muslim League (N) بھی شامل ہے، MQM بھی شامل ہے اور باقی political parties بھی شامل ہیں۔ اس حکومت نے regime change کے بعد پہلا کام کیا کیا ہے؟ یہ حکومت دو laws لائی، ایک law کے تحت EVM system کو ختم کر دیا گیا جو کہ ہم اپنی حکومت میں لائے تھے اور مجھے فخر ہے کہ as a Science and Technology Minister میں نے اس مشین کو ایک حقیقی شکل دی لیکن ہم نے یہ دیکھا کہ وہ پہلا ہدف تھا جب یہ regime change ہوا کہ اس law کو اور NAB laws کو change کیا گیا۔ اگر آپ EVM نہیں چاہتے تھے کیوں کہ ہمیں پتا چل گیا تھا۔

میں Election Commissioner of Pakistan کے پاس ہزاروں بار گیا he was always playing difficult, پتا چل جاتا تھا it was written all over here کہ وہ نہیں چاہتے۔ President صاحب نے ان کو بلایا he refused to go there. ہم چاہتے تھے کہ اس ملک میں، ہم نے اپنی حکومت میں جو حالانکہ sitting government ہوتی ہے وہ ہمیشہ چاہتی ہے کہ influence کرے لیکن چونکہ پاکستان تحریک انصاف ایک different party ہے ہم نے چاہا کہ اس ملک کا جو پہلا solution ہے وہ political stability ہے وہ کیسے لائی جائے؟ وہ free and fair elections کے ذریعے لائی جا سکتی ہے۔ ہم نے اس کے لیے عملی اقدامات اٹھائے اور اس کے لیے قانون سازی کی لیکن آپ نے اسے ووٹ کیا کہ اس کو نہیں ہونا چاہیے because آپ نہیں چاہتے کہ elections free and fair ہوں۔ آپ بھی نہیں چاہتے

with thousand apologies, that is a fact that your parties don't want a free and fair elections which is the root cause of all this mess that we see, be it economy, be it the society, be it anything, the progress of this country,

وہ نہیں ہو رہا اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ یہاں پر rule of law نہیں ہے۔ جب rule of law نہیں ہوگا پھر تو جنگل کا قانون ہوگا اور جنگل کے قانون میں کوئی بھی محفوظ نہیں رہ سکتا۔

آپ اچھے عہدے پر بیٹھے ہوئے ہیں، ہم شاید کسی کم عہدے پر ہیں لیکن آپ کے جو بچے ہیں۔ جناب چیئرمین! میں دکھ کے ساتھ کہتا ہوں you have suffered this, آپ تو اس کرب سے گزر چکے ہیں کہ آپ کا اپنا بیٹا بڑی سختی سے گزرا اور الحمدللہ وہ واپس آگیا لیکن کتنے لوگ واپس آئیں گے؟ جناب چیئرمین! یہ ہمارا ملک ہے، ہمارے ملک میں ہمارے بڑوں نے بڑی قربانیاں دی ہیں۔ اس کے لیے ہر قسم کی قربانیاں دی گئی ہیں، لوگوں نے جائیدادیں چھوڑیں، قتل عام ہوا، کیا کیا ہوا، کس trauma سے گزرے۔ ہماری جو پیدائش تھی وہ Caesarean تھی، وہ بڑی مشکل پیدائش تھی۔ ہم وہ سب کچھ بھول گئے اور ایسی چیزوں کے پیچھے لگ گئے ہیں جس میں آپ کا target

صرف اقتدار ہے۔ آپ صرف اپنے ذاتی مفادات کی نظر سے چیزوں کو دیکھتے ہیں جو بھی policies بناتے ہیں۔

کل ایک بڑا عجیب واقعہ ہوا جس میں پاکستان پیپلز پارٹی نے شروع میں کہا کہ ہم اجلاس سے boycott کرتے ہیں اور اجلاس میں شرکت نہیں کریں گے۔ کچھ دیر بعد پتا چلا کہ انہوں نے join کرلیا ہے یہ طریقے میرے خیال سے پیپلز پارٹی، جو کہ ایک عظیم لیڈر ذوالفقار علی بھٹو، شہید بی بی بے نظیر کی پارٹی تھی۔ اب ہم دیکھتے ہیں اس پارٹی میں ایک نظریاتی طبقہ ہے، جس میں میرے بڑے بھی شامل رہے ہیں وہ ایک ایسی پارٹی بن گئی ہے جو کہ مفاداتی سیاست کر رہی ہے، وہ نظریاتی سیاست نہیں کر رہی، اسی وجہ سے وہ سندھ تک محدود ہو گئی ہے۔ انہوں نے مختلف لین دین کے چکر میں کہ ہم حکومت میں نہیں بھی ہیں اور ہیں بھی، جب ذمہ داری کی بات آتی ہے تو کہتے ہیں بھائی ہم تو نہیں تھے۔ عوام ناک سے کھانا نہیں کھاتی، عوام منہ سے کھانا کھاتی ہے، آپ عوام کو بیوقوف نہیں بنا سکتے۔ مجھے پتا نہیں یہ کہنا چاہیے کہ نہیں کہنا چاہیے، مجھے لگتا ہے کہ آپ MQM-2 کی طرف بننے جارہے ہیں کہ آپ اس کو blackmail کرواور extract benefits. Sir! this is not politics, we did not, people like me at least, people like Ali Zafar, people like them who all are sitting here. We did not join politics because we wanted to become rich اپنے اپنے professions میں ہم نے الحمد للہ کامیابی اور ایمانداری سے اپنی زندگی گزاری ہے۔ ہم نے باہر ملکوں میں بڑا عرصہ کام کیا، اور وہی بات ہے کہ ہم وہاں سے پیسے لے کر یہاں پر آئے۔ جس طرح میرا لیڈر عمران خان صاحب ہے وہ بھی اپنی کمائی اس ملک میں لے کر آیا تھا یہ نہیں کہ یہاں سے باہر لے کر گیا۔ ہم بھی اسی طرح جتنے بھی پیسے لائے یہاں جو بھی غریبی ہے یا گھر ہے وہ ہم proper though banking channels, NAB والے بھی موجود ہیں، TAX والے بھی موجود ہیں اور State Bank والے بھی موجود ہیں۔ میں اپنے آپ کو volunteer کرتا ہوں کہ میرے ایک پیسے کے بارے میں بتائیں، اگر آپ ثابت کریں تو وہ سب سے پہلے مجھے لٹکائیں، اسی طرح میرا لیڈر ہے۔ ہماری Cabinet باوجود ان تمام سختیوں کے جو ہم پر گزری ہیں، ہم پر اور ہماری cabinet پر corruption کا کوئی بھی case نہیں تھا، اس کی وجہ

کیا تھی کہ ہمارا لیڈر honest ہے، ہمارا لیڈر ایماندار ہے، ہمارا لیڈر محب وطن ہے۔ اس وجہ سے ہمارے کسی بھی cabinet member پر corruption کا case نہیں بنا۔ پرانی cabinets دیکھ لیں۔ جناب! تو کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اس ملک نے اگر survive کرنا ہے، اس ملک نے اگر آگے جانا ہے، اس ملک نے ترقی کرنی ہے، اگر اس ملک نے اپنی آنے والی نسلوں کو ایک خوشحال مستقبل دینا ہے تو ہمیں دو چیزیں کرنی ہوں گی۔ ایک ہے rule of law and adherence to the Constitution اور دوسرا ہے

free and fair elections.

یہ دونوں چیزیں اگر نہیں ہوں گی تو میرا نہیں خیال ہے ہم ترقی کرنے کا سوچ بھی سکتے ہیں۔ ہم اسی طرح ڈگمگاتے رہیں گے، ہم اسی طرح لڑکھڑاتے رہیں گے۔ ہم یہی کہیں گے کہ بجٹ مبارک، بجٹ پاس ہو گیا۔ بجٹ پاس نہیں ہوا، اس کو عمل میں لانا ہے۔ اس بجٹ میں، آپ نے ایک ایسی حکومت یا ایسا ملک جس میں ہماری ہر چیز قرضے پر چل رہی ہے، اگر آپ نے debt resolution کر لی تو آپ کے پاس کچھ بچتا ہی نہیں ہے۔

ہم PSDP کو دیکھیں کہ جی پتا نہیں کہ 1.6 trillion یا 1.7 trillion اس میں provinces شامل نہیں ہیں، میں صرف federal کی بات کر رہا ہوں، وہ ہم کر رہے ہیں۔ یہ فاقہ مستی کس لیے ہے۔ اس کی price دینی پڑے گی اور price کون دے گا، میرے اور آپ کے بچے دیں گے۔ ہم نہیں چاہتے کہ ہمارے بچے ایک ایسے ماحول میں ہوں کہ جب وہ پیدا ہوں تو ان کے گلے میں قرضے کا طوق ہو۔ یہ ہم نہیں چاہتے اور آپ بھی نہیں چاہیں گے لیکن کوئی سوچتا نہیں ہے اور اگر سوچتا ہے تو بڑے short term کے لیے سوچتا ہے۔

بھائی، یہ ملک بنا ہوا ہے اور یہ ملک ایسی آسانی سے نہیں ملتے اور پھر ہم نے یہ بھی دیکھا ہے کہ ملک کس طرح سے ٹوٹتے ہیں اور ملک کس طرح سے lose ہوتے ہیں۔ یہ بھی ہم نے دیکھ لیا۔ اس لیے ہمیں ہوش کے ناخن لینے چاہیے۔ یہ جو political persecution ہے اور جو پاکستان کی سب سے بڑی پارٹی ہے، اس کو اگر آپ نے آگے لگایا ہوا ہے تو آپ کیسے expect کر سکتے ہیں کہ political stability آئے گی۔ political stability نہیں آئے گی تو کون آپ

کے ملک میں invest کرے گا؟ جب آپ کے ملک میں rule of law نہیں ہو گا تو کون آپ کے ملک میں invest کرے گا؟ کوئی نہیں کرے گا، پہلے آپ نہیں کریں گے۔

جو بھی اچھے لوگ ہیں وہ باہر جا رہے ہیں۔ جن کے پاس پیسہ ہے وہ باہر جا رہے ہیں اور سچی بات ہے کہ مجھے نہیں پتا کہ یہ بات مجھے اس floor پر کرنی چاہیے یا نہیں لیکن سچی بات ہے کہ اب بڑے شدید طریقے سے سیاست کو بھی چھوڑنے کا دل کرتا ہے اور ملک سے باہر جانے کا بھی۔ ہم نے بارہ سال باہر گزارے ہیں۔ اس عمر میں ہم۔۔۔

(مداخلت)

Mr. Chairman: Please don't disturb.

سینیٹر سید شبلی فراز: آپ اس جگت بازی کو چھوڑیں۔ یہ سنجیدہ مسئلہ ہے۔ اس وقت اس ملک کی سلامتی پر بڑے سوالیہ نشان بن گئے ہیں کیونکہ آج کل کے زمانے میں ملک کسی military attack سے نہیں ٹوٹتے ہیں، وہ from within implode بھی ہوتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ bankrupt ہوتے ہیں یا پھر خدانہ خواستہ اور کوئی غلط طریقہ ہو سکتا ہے جس سے کہ ہمارا ملک دوچار ہو۔ ہم یہ afford ہی نہیں کر سکتے because ہماری economic situation اور جو ہماری social cohesion ہے وہ اتنی compromise ہو چکی ہے کہ ہم اس کو مزید آگے نہیں لے جا سکتے۔

لہٰذا میرے آخری comments یہی ہیں کہ مجھے بڑا اچھا لگتا ہے کہ جب میں اپنے عظیم والد کی کوئی شعر و شاعری پڑھتا ہوں۔

اسے خبر نہیں تاریخ کیا سکھاتی ہے
جب رات کسی خورشید کو شہید کرے
تو صبح اک نیا سورج تراش لاتی ہے
میں کٹ گروں یا سلامت رہوں، یقیں ہے مجھے

کہ یہ حصارِ ستم کوئی تو گرائے گا
تمام عمر کی ایذا نصیبیوں کی قسم

اور فراز صاحب سے معذرت کے ساتھ، ہماری جدوجہد کا سفر رائیگاں نہیں جائے گا۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: میں تمام honourable members سے request کروں گا کہ جب Leader of the Opposition نے speech کی تو pin drop silence تھا۔ It is very impressive and a good message will be conveyed all over the world. تو اب from the ruling party آپ expect کریں گے کہ وہ بات کریں۔ تو

I would request Senator Irfan Siddique, Parliamentary Leader of Pakistan Muslim League (N), to deliver a speech. You got 15 minutes. Leader of the House and Leader of the Opposition has no time limits.

پلیز آپ جاری رکھیں کہ جب تک relevant رہیں گے تو there will be no problem.

<u>Senator Irfan-ul-Haque Siddiqui</u>

سینیٹر عرفان الحق صدیقی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ Leader of the Opposition شاید تازہ دم ہونے کے لیے باہر چلے گئے ہیں ورنہ ایک شعر جو بڑا معروف ہے میں اس سے آغاز کرنا چاہتا تھا کہ

اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

اچھا لگا کہ وہ اپنے چار سالہ عہد کے تمام کارناموں کو بھول گئے۔

(اس موقع پر جناب ڈپٹی چیئرمین، سینیٹر سیدال خان کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب ڈپٹی چیئرمین: اسلام علیکم۔ جی آپ continue کریں۔

سینیٹر عرفان الحق صدیقی: میں نے ابھی اپنی گفتگو کا آغاز کیا ہے۔

(اس موقع پر ایوان میں ڈسک بجائے گئے)

سینیٹر عرفان الحق صدیقی: جی شکریہ۔ یہ میرے لیے بجائے ہیں؟ اچھا جی، شکریہ۔ تو مجھے سب سے اچھا یہ لگا کہ شبلی فراز صاحب نے نہایت عمدگی کے ساتھ، نفاست کے ساتھ، اچھے الفاظ کے ساتھ اور ایک منجھے ہوئے parliamentarian کی طرح گفتگو کی اور اس سے بھی زیادہ اچھا لگا کہ ہماری طرف سے اس کو بہت تحمل کے ساتھ، بردباری کے ساتھ اور نہایت خاموشی کے ساتھ سنا گیا۔ یہی spirit ہونی چاہیے۔ مجھے بھی جو تھوڑا سا وقت جناب چیئرمین نے دیا ہے، تو میں کوشش کروں گا کہ انہوں نے بالعموم جو سیاسی گفتگو کی ہے اور بجٹ کے حوالے سے بہت کم بات کی ہے۔

سب سے پہلے انہوں نے یہ کہا کہ انتخابات کا عمل درست نہیں تھا اور جب تک legitimate government نہیں ہو گی اس وقت تک یہ taxation اور بجٹ عوامی spirit سے محروم رہیں گے۔ اب معاملہ یہ ہے کہ ان کے ہاں legitimate government وہ ہوتی ہے جو ان کی ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ جو بھی government بنتی ہے وہ legitimate نہیں ہوتی۔ وہ دھاندلی سے آتی ہے، وہ fraud سے آتی ہے، وہ الیکشن کمیشن کے ساتھ ساز باز کرکے آتی ہے یا وہ کسی اور قوت کے بل بوتے پر آتی ہے۔ یہ ان کا ایک تصور ہے جو ان کے ذہن میں رچا بسا ہے۔

اب معاملہ یہ ہے پارلیمان کے ساتھ اور پارلیمانی روایات کے ساتھ، اور جناب چیئرمین! یہ record کی بات ہے، ان کی کوئی بہت زیادہ وابستگی نہیں رہی ہے throughout ان کے 2002 سے لے کر اب تک۔ 2002 میں ان کی پارٹی کے سربراہ عمران خان صاحب elect ہو کر آئے اور 2002 سے لے کر 2007 یا 2008 تک جس اسمبلی کے وہ رکن تھے، اس اسمبلی میں وہ شاذ و نادر ہی تشریف لائے۔ وہ دو بڑی important کمیٹیوں کے سربراہ تھے، سربراہ نہیں تھے بلکہ ان میں شریک تھے۔ ایک Kashmir Affairs کی کمیٹی تھی اور دوسری Public

Public Accounts Committee کا کام Accounts Committee تھی۔ احتساب کرنا اور corruption کی روک تھام کرنا تھا اور کشمیر کا cause جیسے کہ آپ سمجھتے ہیں کہ ہم سب کو نہایت عزیز ہے۔ لیکن اپنی پہلی parliamentary life میں ان دونوں کمیٹیوں کے رکن ہونے کے باوجود، وہ ان کے اجلاس میں کبھی نہیں گئے۔ ایک بھی اجلاس attend نہیں کیا۔ پارلیمانی روایات کے احترام کا یہ عالم تھا۔ پھر وہ استعفیٰ دے کر چلے گئے۔

2008 کے الیکشن ہوتے ہیں، وہ اس میں حصہ ہی نہیں لیتے۔ 2013 کے الیکشن ہوتے ہیں، انہیں شکست ہوتی ہے اور وہ آکر ایک عظیم الشان چار ماہ کا دھرنا دیتے ہیں اور کبھی ذکر ہوتا ہے پینتیس puncture کا، کبھی چار حلقوں کا اور کبھی کچھ۔ بالآخر ہماری آج تک کی تاریخ میں پہلی بار ایک مقدمہ چلا جاتا ہے سپریم کورٹ میں commission بنتا ہے کہ آپ جائزہ لیں اور مجھے یاد ہے کہ ڈار صاحب کے اور عمران خان کے مذاکرات ہوئے اور طے پایا کہ اگر یہ commission طے کردے گا کہ دھاندلی نہیں ہوئی تو ہم اس تجزیے کو نہیں چھیڑیں گے۔ Commission نے کہہ دیا کہ دھاندلی نہیں ہوئی لیکن آج تک وہ stigma چلتا رہتا ہے۔ پینتیس punctures کے متعلق انہوں نے کہہ دیا کہ یہ سیاسی بات تھی اور اس کے ساتھ ساتھ یہ الزام اب تک ہمارے اوپر چلا آرہا ہے۔

جناب چیئرمین! معاملہ یہ ہے کہ اس الیکشن کمیشن نے جو بھی الیکشن کرائے ہیں، وہ چاروں صوبوں میں کرائے ہیں وہ مرکز میں کرائے ہیں۔ میں بار بار کہتا ہوں کہ اب جو خیبر پختونخوا میں elections ہوئے ہیں، وہ محترم ہیں، وہ حلال ہیں، وہ طیب ہیں، وہ پاکیزہ ہیں اور وہ آب زم زم میں دھلے ہوئے ہیں اور جو باقی صوبوں اور مرکز میں elections ہوئے ہیں، وہ سب دھاندلی زدہ ہیں۔ وہی Election Commission ہے، یہ نہیں ہے کہ وہاں پر کوئی اور Election Commission ہے اور یہاں پر کوئی اور Election Commission ہے۔ مجھے اس کی کم از کم سمجھ نہیں آتی، اگر کوئی تفہیم کردے، ابھی سینیٹر سید علی ظفر صاحب بات کریں گے تو یہ بتادیں کہ وہاں پر Election Commission اور تھا یا اٹک پار جاتے ہی اس کی کایا کلپ ہو گئی تھی اور ادھر آتے ہی کسی اور روپ میں آگیا تھا۔

جناب! دوسری بات یہ ہے کہ یہ ہر اعتبار سے legitimate Government ہے، تمام ملکی ادارے کام کر رہے ہیں، عدلیہ کام کر رہی ہے، ان کو relief دے رہی ہے، ان کے حق میں فیصلے آ رہے ہیں اور ہم ان کو مان رہے ہیں۔ پارلیمنٹ کام کر رہی ہے، سینیٹر سید شبلی فراز صاحب پارلیمنٹ میں بول رہے ہیں اور ماشاء اللہ، انہوں نے 50 minutes بڑی عمدہ اور اچھی گفتگو کی ہے، پارلیمانی role play کر رہے ہیں، یہ کمیٹیوں میں جا رہے ہیں اور پارلیمنٹ کام کر رہی ہے۔ جناب! ان کی ایک صوبے میں حکومت بڑی عمدگی سے چل رہی ہے، جیسے 15 سال پہلے سے چل رہی تھی، ماشاء اللہ، اسی رفتار سے آگے بڑھ رہی ہے اور ملکی ترقی میں contribute کر رہی ہے۔ جناب! باقی صوبوں میں بھی حکومتیں چل رہی ہیں، کوئی crisis نہیں ہے، کوئی بحران نہیں ہے، اگر بحران ہے تو وہ ان کی اپنی جماعت کے اندر بحران ہے، پاکستان میں بحران نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ جناب امجد اسلام امجد نے ایک شعر کہا تھا کہ،

نہ آسماں سے نہ دشمن کے زور و زر سے ہوا
یہ معجزہ تو مرے دست بے ہنر سے ہوا

ان پر نہ کوئی آسمان ٹوٹا ہے اور نہ کسی اور نے کوئی حرکت کی ہے، یہ ان کے اپنے دست بے ہنر کا معجزہ ہے۔

جناب! ہم 2022 میں elections طشتری میں رکھ کر ان کے پاس گئے کہ ہم بجٹ کے فوراً بعد elections کرا دیتے ہیں تو انہوں کہا کہ ہم elections زور بازو سے لیں گے۔ ہم 25 مئی کو اسلام آباد میں آ رہے ہیں اور وہاں سے elections لے کر اٹھیں گے، یہ 25 مئی کو آئے اور پھر elections ہوا ہو گئے۔ اپنی تاریخ کو دیکھیں کہ elections اور جمہوریت خراب کرنے میں ان کا کیا role رہا ہے؟ آج یہ کہتے ہیں کہ corruption کا کوئی case نہیں ہے، میں اس کے merit پر نہیں جانا چاہتا کہ وہ درست ہے یا غلط ہے لیکن وہ case ہے اور وہ ساٹھ ارب روپے کا case ہے۔ سینیٹر سید شبلی فراز صاحب! آپ نے ہم پر تمام اجتماعی corruption کے cases بنائے تھے، دس ارب روپے کے تھے، آپ کا ایک case ساٹھ ارب روپے کا ہے۔ وہ ساٹھ ارب کیا ہے؟ وہ ساٹھ ارب روپے باہر سے آئے ہیں اور وہ ساٹھ ارب روپے ایک جرمانے کے طور پر

آئے ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ ہم لوٹی رقم باہر سے لائے ہیں، لوٹی ہوئی رقم سرکاری خزانے میں جاتی ہے، لوٹی ہوئی رقم لوٹنے والے کو نہیں دی جاتی کہ جس نے رقم لوٹی ہوئی تھی، آپ نے وہ رقم اس کو دے دی۔ یہاں پر معاملہ ختم ہو جاتا تب بھی ٹھیک تھا، آپ نے جس کو وہ رقم دی تو آپ نے اس سے ایک trust کے نام پر سیکڑوں کنال اراضی لی، یہ facts ہیں۔

جناب! میں بات دعوے سے کہہ رہا ہوں کہ ہم پر، محمد نواز شریف پر corruption کا کوئی case نہیں تھا، ایک بھی case نہیں تھا۔

(مداخلت)

سینیٹر عرفان الحق صدیقی: آپ بات سن لیں، ایسے نہیں چلے گا۔ ایک بھی case نہیں تھا، اگر آپ میں سے کوئی بعد میں بھی اٹھ کر کہہ دے کہ فلاں case تھا تو میں معافی مانگوں گا، corruption کا کوئی case نہیں تھا۔ یہ نہیں تھا کہ انہوں نے kick backs لئے ہیں، یہ بھی نہیں تھا کہ انہوں نے فلاں سے پیسا لیا ہے، یہ تھا کہ assets beyond means اور نہ means کا تعین کیا اور نہ assets کا تعین کیا۔ عدالتوں کے لکھے ہوئے فیصلے پڑھیں، انہوں نے اس میں کیا لکھا ہے، انہوں نے اس میں لکھا ہے کہ ہمیں کوئی misuse of office کا case نہیں ملا، کوئی corruption کا case نہیں ملا، یہ الزام ہی نہیں تھا، آپ کیا بات کرتے ہیں۔ آپ نے شرح نمو کا ذکر کیا کہ ہم نے شرح نمو 5% تک بڑھا کر لے گئے تھے، آپ کہاں سے لائے تھے، ہم 6.1% پر چھوڑ کر گئے تھے۔ آپ یہ بھی بتاتے کہ ہم جو مہنگائی 3% پر چھوڑ کر گئے تھے، آپ وہ کہاں پر چھوڑ کر گئے؟ آپ 38% or 39% پر چھوڑ کر گئے تھے، آج تو پھر 11% پر آ گئی ہے۔ آپ Stock Market کہاں پر چھوڑ کر گئے تھے؟ آج Stock market کہاں جا رہی ہے۔ 34 ارب dollar کے قریب باہر سے رقم آئی ہے، سمندر پار پاکستانیوں کا اس حکومت پر اس اعتماد کا اظہار ہے، یہ record ہے، اس سے پہلے اتنی رقم کبھی نہیں آئی۔ سرمایہ کاری آ رہی ہے، باہر سے وفود آ رہے ہیں، ہم باہر جا رہے ہیں، ممالک سے معاملات ٹھیک ہو رہے ہیں جو سرکاری ملازمین ہیں جو ہمارے means ہے۔ آپ نے کہا کہ ملک قرضوں میں جکڑا ہوا ہے، آپ کو یاد نہیں ہے کہ اس ملک نے 71 برس میں جتنا قرضہ لیا ہے، آپ نے اس کے برابر چار سال میں قرضہ لیا ہے۔ آپ قوم

کو یہ کیوں نہیں بتاتے؟ ہم نے تو IMF کو الوداع کہہ دیا تھا اور bye, bye کہہ دیا تھا اور IMF کی statement آ گئی تھی کہ اس کے بعد ہماری ضرورت نہیں رہے گی۔ کون گیا ہے جو IMF کو گلے لگا کر دوبارہ لے آیا ہے، اس دلدل میں کون ڈال کر گیا ہے؟ ہم جب دیوالیہ ہونے لگے ہیں تو IMF کو خط لکھتے ہیں کہ ان کو پیسے مت دینا۔ کیا یہ پیسے نواز شریف کے گھر جا رہے تھے، یہ پیسے کسی اور کے گھر جا رہے تھے، یہ پیسے زرداری صاحب کے گھر جا رہے تھے؟ آپ وہاں جا کر مظاہرے کراتے ہیں کہ ان کو پیسے نہ دینا، آپ خطوط لکھتے ہیں، میں اب کس کس بات کا ذکر کروں۔

جناب! جہاں تک ملک کے معاشی حالات کا تعلق ہے، ہم ان کی بات مانتے ہیں کہ ہمیں قرضوں سے نجات حاصل کرنی پڑے گی، کشکول توڑنا پڑے گا اور ہم نے 2018 میں بڑی حد تک کشکول توڑ دیا تھا، انہوں نے جس کو نکالا، چمکایا اور اس پر نئے سرے سے کلی کرا کر دنیا کے سامنے لے گئے اور انہوں نے تاریخ میں سب زیادہ قرضے لئے۔ آپ دیکھیں کہ آپ کہتے ہیں کہ taxes لگ رہے ہیں اور غریب پر tax لگ رہا ہے اور ہم tax culture عام کر رہے ہیں، ایسا نہیں ہے۔ جب آپ دو متضاد چیزیں کرتے ہیں۔ آپ یہ کہتے ہیں کہ باہر سے قرض مت لو، اگر باہر سے قرض نہیں لینا تو پھر آپ کو اپنا revenue generate کرنا پڑے گا، آپ کو اپنے revenues generate کرنے کے لیے tax culture میں آنا پڑے گا، tax کا دائرہ وسیع کرنا پڑے گا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ نے باہر سے قرضے لینا بند کر دیے اور اپنوں سے tax لینا تو کیا کریں گے اور ملک کیسے چلائیں گے، دفاع کیسے کریں گے۔ ترقی کیسے کریں گے، خوشحالی کیسے آئے گی، عوام کی فلاح و بہبود کیسے ہو گی۔ میرا خیال یہ ہے کہ اگر حزب اختلاف عدم استحکام پیدا کرے جب ایک سیاسی ماحول میں ایک اشتعال پیدا کرتی رہے گی، نفرتیں پیدا کرتی رہے گی۔ ہم ان کو بار بار کہتے ہیں کہ بات کریں، ہم ملک کے لیے کہتے ہیں، ہم جب مل بیٹھیں گے تو یہ اپنا نسخہ کیمیا بتائیں گے کہ ہم نے چار سال میں یہ کیا ہے، اب آپ یہ کریں تاکہ وہ غلطیاں نہ دہرائی جائیں۔ ہم سے بات نہیں کرتے، اب کہتے ہیں کہ اچکزئی صاحب کی کمیٹی ہم سے بات کرے گی۔ اب مجھے معلوم نہیں ہے کہ اچکزئی صاحب کی کمیٹی کیا بات کرے گی، ہمیں کیا ضمانت دے گی؟ ان کا جو موقف رہا ہے کہ یہ پارلیمنٹ ٹھیک نہیں ہے، form 45 پر آئی ہوئی ہے یا سارے کے سارے چور ہیں یا ڈاکو ہیں، ان سے بات نہیں ہو سکتی۔ جناب! اگر وہ موقف برقرار ہے تو کیا بات ہو گی؟ پھر کوئی بات نہیں ہو گی اور اگر وہ موقف ختم

ہو گیا ہے تو اس کا اعلان کریں کہ آج کے بعد یہ چور نہیں ہیں، یہ ڈاکو نہیں ہیں، یہ پاکیزہ ہو گئے ہیں پھر ہم بات بھی کر لیں گے۔

جناب! ان کو ان تضادات میں سے نکلنا ہو گا۔ پارلیمنٹ کے اندر کردار ادا کریں اور ان پارٹیوں سے ملیں جب 2018 میں ان کی حکومت آئی تھی، ہمیں بہت اعتراضات تھے۔ کیا وہ fair elections تھے؟ کیا 8 بجے RTS fail نہیں کر دیا گیا تھا، اس کی گردن کس نے وبوچ لی تھی؟ ہم نے اس کے نتائج مانے اور ہم نے اپنا کردار ادا کیا، ہم نے رونا دھونا نہیں کیا اور نہ ہم نے دھرنے دیے۔ وہاں پر بیٹھ کر بہت مثبت کردار ادا کیا اور اس وقت کردار ادا کیا جب تک ان کی majority ختم نہیں ہوئی۔ یہ بھی کردار ادا کر رہے ہیں تو اچھا کر رہے ہیں، ہم چاہتے ہیں کہ یہ ملکی معاملات میں contribute کریں اور باہر بھی کریں۔ ان کو تضادات سے نکلنا پڑے گا اور تضادات سے نکلنے کے لیے ضروری ہے کہ ملکی مفاد کی اپنی interpretation چھوڑ دیں، ملکی مفاد یہ نہیں ہے جو صرف ان کے دماغ میں آتا ہے۔ ہم بھی ملکی مفاد کے امین ہیں، آج اگر باگ ڈور ہمارے پاس ہے، کل ان کے پاس تھی اور کل پھر ان کے پاس جا سکتی ہے، ملک نے چلنا ہے۔ آپ IMF کے دروازے پر کھڑے ہو کر نعرے لگاؤ کہ پاکستان کو پیسے نہ دو، ہم نے تو یہ نہیں کیا۔ ہم پر بھی بڑے ستم ہوئے، نواز شریف صاحب پر بھی ستم ہوئے، زرداری صاحب کا پورا قبیلہ متاثر ہوا، بے نظیر صاحبہ شہید ہو گئیں، بھٹو صاحب پھانسی چڑھ گئے، کسی نے 9 مئی نہیں کیا، کسی نے 264 مقامات پر حملے نہیں کئے، کسی نے جا کر تنصیبات نہیں جلائیں، کسی نے GHQ کو نشانہ نہیں بنایا، کسی نے کور کمانڈر کا گھر نہیں جلایا ہے، آج آپ کہتے ہیں کہ یہ فوج کا false flag operation تھا۔ مطلب ہے کہ یہ کون سی سیاست ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ کوشش کریں کہ زیادہ بجٹ پر بات کریں۔

سینیٹر عرفان الحق صدیقی: جناب میں ایک منٹ اور لے لوں گا۔ میری گزارش یہ ہے کہ معاملات کو سنبھالنے کے لیے نوجوانوں سے بڑی ہمدردی کا اظہار کیا گیا۔ نوجوانوں سے ہمدردی یہ ہوتی ہے کہ ان کے ہاتھوں میں آپ پٹرول بم دے دیں کہ جاؤ پٹرول بم چلاؤ، انہیں مارو اور انہیں کہو کہ جا کر کور کمانڈر کا گھر جلاؤ۔ یہ نوجوانوں سے ہمدردی ہے؟ آپ نے ان کی یہ تربیت کی ہے، آپ نے انہیں

یہ روشن راستے دکھائے ہیں۔ اس لیے میری ان سے گزارش یہ ہے کہ بجٹ کے بارے میں مثبت اور تعمیری تجاویز دیں اور اس پر عرق ریزی کریں، صرف سیاسی بیانات جس طرح سے انہوں نے سیاست پر تقریر کی ہے، میں نے بھی کر دی ہے لیکن اس سے بجٹ کے اندر اصلاحات نہیں ہو سکیں گی۔ بجٹ کو seriously لیں اور اگر کچھ خامیاں ہیں، یہ سمجھتے ہیں کہ عوام کے مفاد کے منافی بات ہوئی ہے تو اس کی ضرور نشان دہی کریں، ہم بسر و چشم اسے مانیں گے لیکن بجٹ کے نام پر سیاست سیاست کھیلنا، اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ عرفان صدیقی صاحب۔ سینیٹر سیف اللہ ابڑو صاحب۔

Senator Saifullah Abro

سینیٹر سیف اللہ ابڑو: شکریہ، جناب چیئرمین!

good to see you on your seat.

Mr. Deputy Chairman: Thank you.

سینیٹر سیف اللہ ابڑو: چیئرمین صاحب، ہے تو یہ بجٹ سیشن، میرے خیال میں اس پارلیمنٹ کا کام ہی یہی ہے کہ ہم بجٹ پر بات کریں لیکن تقریباً یہ چوتھا بجٹ ہے جسے ہم بھی اس ایوان میں دیکھ رہے ہیں۔ یہاں پر آپ نے ابھی بجٹ پر ایک تقریر سنی ہے، اس میں وہی باتیں ہیں جو ہم ماضی میں سنتے آئے ہیں، انہی sessions میں انہی باتوں کا جواب بھی دیا گیا ہے۔

پہلے تو میرے ایک دوست نے جو تازہ باتیں کیں ان کا میں پہلے جواب دے دوں۔ 2018 کے الیکشن پر objection تھا کہ وہ RTS کا الیکشن تھا، تب تک اس پر objection رہا جب تک اپریل 2022 میں ہماری/خان صاحب کی حکومت نہیں گئی۔ 10 اپریل 2022 کو PDM کی حکومت آئی تو وہ کون سے RTS پر آئی تھی؟ آیا اپریل میں کوئی نئے الیکشن ہوئے تھے، وہی 2018 والے RTS کے الیکشن ہی تھے۔ اس کے بعد جب باقی صوبوں میں جس میں پنجاب اور سندھ میں بھی الیکشن ہوا، سندھ میں بھی حکومت تھی تو وہ کون سے RTS پر آئی تھی، وہی RTS تھا۔ یہاں پر شہادت صاحب اور عرفان صاحب بیٹھے ہیں، اس پر پہلے بھی discussion ہوئی ہے کہ اگر

RTS پر objection ہے تو پھر آپ اپریل 2022 میں حکومت نہ لیتے، آپ کہتے کہ چلیں خان صاحب کی حکومت گئی اب ہم نئے الیکشن میں جاتے ہیں۔ اس وقت آپ کو اقتدار مل گیا تو بس، آپ کا RTS کا جو بہانہ تھا، احتجاج ختم۔

دوسرا یہ کہ بات 2024 کے الیکشن کی ہوئی۔ میں زیادہ discussion میں نہیں جاتا، یہ پہلے بھی discuss ہوا تھا، میرے دوست نے یہاں کہا تھا کہ خیبر پختونخوا میں جو الیکشن ہوا ہے وہ کسی امام کعبہ یا امام ابو حنیفہ نے نہیں کروایا۔ میں نے انہیں جواب دیا تھا کہ وہ الیکشن بالکل امام ابو حنیفہ نے بھی نہیں کروایا، امام کعبہ نے بھی نہیں کروایا تھا، وہ امام الیکشن کمیشن سکندر سلطان راجہ نے کروایا تھا۔ میں نے اس وقت بھی بتایا تھا۔ Audit سے ہم نہیں بھاگتے ہیں۔ میں آج آپ کو invite کرتا ہوں کہ آپ خیبر پختونخوا کے NA-1 یا اس کے صوبائی الیکشن سے start کریں۔ پہلے اس کا audit کروائیں اس کے بعد آپ باقی صوبوں میں جائیں۔ چھوڑیں یہ کون سے باتیں کرتے ہیں، آپ وہاں سے شروع کرائیں، آپ کو کون منع کرتا ہے۔ ہر مرتبہ الیکشن میں نئے نئے طریقے آزمائے گئے۔ میں فارم 45 یا 47 پر نہیں آتا، میں اس کی بات کروں گا تو پھر آپ ایمل ولی خان کے پاس چلے جائیں گے کہ انہوں نے 1947 سے history start کی ہے تو اس لیے میں اس پر نہیں جاتا۔ ہم نے اسے اس طرح بنالیا ہے کہ شاید انہیں فارم 47 پر بڑا غصہ ہے۔ بات یہ ہے کہ یہ طریقہ ہے الیکشن کمیشن کا کہ کبھی آپ نے سنا ہے کہ Tribunal میں case چلے۔ ابھی ہمارے Leader of the Opposition صاحب نے بات کی کہ آپ کے اسلام آباد کی تین constituencies ہیں۔ بھائی آپ کے جو جیتے ہوئے امیدوار ہیں وہ وہاں اپنے فارم 45 کا result نہیں لے کر جاتے ہیں، صرف 47 کا ایک فارم دیا ہوا ہے۔ آپ جائیں ناں۔ آپ الیکشن میں صحیح جیتے ہیں، ہم سمجھتے ہیں آپ صحیح جیتے ہیں، آپ لے کر تو جائیں۔ کسی ایک امیدوار کو فارم 45 نہیں ملتا، جتنے امیدوار اس الیکشن میں contest کرتے ہیں ان سب کو اور ان کے agents کو ملتا ہے۔ چار ممبران اپنے فارم 45 لائے جو ہمارے جیتے ہوئے امیدوار تھے ان سے match کیے۔ نہیں لائے تو وہ امیدوار جن کو غلط announce کیا گیا وہ نہیں لائے۔ تو آپ الیکشن سے بھاگتے ہیں، ہم آپ کو بیٹھ کر کیا سمجھائیں۔

جناب چیئرمین! آپ سے ایک درخواست ہے، آپ نے ابھی پانی کا گلاس رکھا ہے، مجھے بھی مہربانی کرکے بھجوایئے گا، میرا بھی گلا خشک ہو جائے گا کیونکہ مجھے ایسی باتیں کرنی ہیں کیونکہ پانی یہاں بھی چاہیے۔ جناب یہاں اسلام آباد کے صرف تین حلقے ہیں۔ یہاں ایک کمشنر راولپنڈی لیاقت چٹھہ کا ذکر ہوا، پہلے جب اس نے statement دی تو سارے دوستوں نے کہا، اچھا میں سب دوستوں سے کہہ رہا ہوں کہ ہم اسے political or party level پر نہ لیں، یہ پاکستان کے issues ہیں، ہم اپوزیشن اور treasury جب تک ان سے نہیں نکلیں گے تو کبھی بھی پاکستان کے مسائل حل نہیں ہوں گے۔ کسی کی یہاں کوئی power نہیں ہے۔ جیسے ابھی ہمارے بھائی نے کہا کہ آپ سے بات کیوں کریں، بھائی عرفان صدیقی صاحب آپ مجھے لکھ کر دیں کہ یہ negotiation authority ہے، ہم اپنی جماعت کو بٹھا دیتے ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ براہ مہربانی بجٹ پر بات کریں۔ دیگر ممبران کو بھی وقت دینا ہے۔آپ بجٹ پر بات کریں۔

سینیٹر سیف اللہ ابڑو: جناب چیئرمین! بات سنیں، ابھی جب گیلانی صاحب نے Chair کیا، انہوں نے کہا کہ یہ Budget Session ہے، Chair کا کام سننا ہے۔ ہم الٹا کہیں یا سیدھا کہیں، آپ سنیں۔ بات یہ ہے کہ آپ اس پر نہ آئیں کہ آپ اس بات کو discuss نہ کریں، جب آپ کا time آئے تو آپ اس پر بات کریں۔

(مداخلت)

سینیٹر سیف اللہ ابڑو: جناب میں بجٹ پر آ جاتا ہوں۔ اعظم صاحب میرے بڑے بھائی ہیں، انہوں نے کہا ہے تو میں پہلے بجٹ پر بات کرتا ہوں۔ پہلے میں اس پر بات کرتا ہوں پھر اس پر آ جاتا ہوں، کوئی ہے یا نہیں ہے، ناں ناں، آ جاؤں گا، کوئی مسئلہ نہیں ہے، میں بجٹ پر بات کر لیتا ہوں۔ اعظم نذیر تارڑ صاحب میرے بڑے بھائی ہیں، انہوں نے کہا ہے تو میں بجٹ پر بات کر لیتا ہوں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: ساری قوم دیکھ رہی ہے، live دیکھ رہے ہیں۔

سینیٹر سیف اللہ ابڑو: قوم نے کیا کیا نہیں دیکھا۔ قوم نے تو پورے دو سالوں میں جو دیکھا ہے، پاکستان میں جو rule of law کی دھجیاں اڑائی گئی ہیں وہ کسی نے نہیں دیکھیں؟ سب دیکھ رہے ہیں۔ میں بجٹ پر آجاتا ہوں، ابھی مجھے بھائی نے کہا ہے تو میں بجٹ پر بات کروں گا، آپ مجھے بجٹ پر بات کرنے دیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: چلیں، براہ مہربانی آپ continue کریں۔

سینیٹر سیف اللہ ابڑو: جناب چیئرمین! میں سندھ سے تعلق رکھتا ہوں، میرے left side پر سندھ سے جو سینیٹرز دوست آئے ہیں میں ان کی بات کو آگے بڑھانا چاہتا ہوں۔ M-6 Motorway کے لیے اس بجٹ میں پیسے کیوں نہیں رکھے گئے ہیں؟ مجھے تو تعجب ہے کہ پیپلز پارٹی کے دوست ایسے کیوں خاموش ہو کر بیٹھ گئے ہیں۔ انہیں تو واقعی انتقام بھی لینا ہے۔ ابھی پتا نہیں ہے کہ انتقام کیسے لینا ہے، اگر انتقام خیبر پختونخوا کی Governorship لینے سے ہے تو وہ بھی ہو گیا ہے۔ اگر انتقام دس MPAs سے پنجاب کی Governorship لینے سے ہے تو وہ بھی مل گئی۔ بھئی جو سندھ کے issues ہیں آپ اس پر آجائیں۔ M-6 Motorway کیوں نہیں بنا؟ مجھے تو تعجب ہوا کہ last session میں میرے left side سے ایک دوست نے بات کی، سندھ سے ایک calling attention notice آیا تھا کہ M-6 Motorway کیوں نہیں بنی، میں انہیں صرف اطلاع دینا چاہتا ہوں کہ اس کا دو مرتبہ افتتاح ہوا، عمران خان صاحب نے اس کا افتتاح کیا تھا۔ 16 اپریل 2021 کو وہ سکھر گئے تھے، وہاں ایک تقریب ہوئی، انہوں نے کہا کہ ہم اسے بنائیں گے، اس کے tender ہوئے، یہ 306 کلومیٹر کی سکیم ہے، اس کی cost 307 billion تھی، ساڑھے نو بلین اس میں VGF کے پیسے تھے، VGF کا مقصد ہے کہ National department will pay the amount, ساڑھے نو بلین Highways نے دینے تھے، 298 billions وہ اسی کمپنی کو خرچ کرنے تھے، جب اس کمپنی کا کام mature ہوا تب تک حکومت تبدیل ہو گئی۔ سونے پر سہاگہ یہ ہوا کہ جو caretaker Minister تھا شاہد اشرف صاحب، میرے خیال میں caretaker میں کسی کو شاید ایسا کوئی بندہ نہیں ملا یا time نہیں ملا کہ انہیں چار وزارتیں دیں جس میں Maritime,

وہ اس کام کو cancel کرنے Communications, Railways and Aviation کا ذمہ دار ہے، اس نے caretaker Government میں صرف M-6 Motorway cancel نہیں کیا، اس نے Pindi-Kharian Motorway بھی cancel کی۔ پنڈی کھاریاں موٹروے بننے کے بعد اسلام آباد سے لاہور کا 100 کلومیٹر کا فاصلہ کم ہو جاتا ہے۔ اس بارے میں اس بندے سے پوچھا جائے، انہوں نے اس کمپنی کا tender cancel کیا صرف اس بات پر کہ وہ financial close نہیں ہو سکتا ہے۔ وہ کمپنی انہیں کہتی رہی کہ میں آپ سے ساڑھے نو بلین لے رہا ہوں باقی 298 بلین اپنی جیب سے لگاؤں گا، آپ مجھے کام کرنے دیں، مجھے ایک ماہ کا وقت دیں تا کہ میں اسے financial close پر لے جاؤں۔ اسے وقت نہیں دیا گیا۔ صرف اس وجہ سے کہ وہ project ابھی ہو گا، ایک so-called company کو دیا جائے گا، اس project کی cost ابھی 800 بلین سے زیادہ ہو جائے گی، who will be responsible for loss of this 500 billion of Government of Pakistan? Caretaker Government. اسی منسٹر کے خلاف action لینا چاہیے، ایوان میں صحیح بات کرنی چاہیے، ایوان میں غلط بات کرنے سے issue کی rectification نہیں ہو گی۔ اگر ہم مسائل کو درست way میں address نہیں کریں گے۔ پنڈی کھاریاں موٹروے کی cost round about 100 billion تھی، آپ دیکھیں گے کہ وہ ابھی 200 billion میں بھی نہیں بنے گا۔ ہم IMF کے پاس ایک ایک بلین ڈالر کے لیے دھکے کھاتے ہیں، ان چھ، سات سو بلین کے نقصان کا کون ذمہ دار ہے؟ میں تو اپنے PPP کے دوستوں سے خاص طور پر یہ demand کرتا ہوں کہ انتقام بہت ہو گیا، خدا کے لیے اس پر stand لیں، یہ ہمارے سندھ کی شہ رگ ہے، یہ موٹروے بننی چاہیے، یہ ہمارے سندھ صوبے کے خلاف سازش ہے، ہم CPEC کا بڑا نام لیتے ہیں لیکن یہاں کوئی interested نہیں ہے۔ Financial close and tender پر تقریباً سوا سال لگ جاتا ہے، شاید آپ کے ذہن میں یہ ہو کہ عمران خان صاحب نے کیوں نہیں بنائی، اس وقت financial close کا وقت نزدیک تھا، تبھی وہ چیز ہوئی تھی۔

جناب والا! مجھے بجٹ میں سننے میں آیا، میں بجٹ پر کیا بات کروں، مجھے افسوس ہوا کہ بلاول صاحب خود Budget Session میں نہیں بیٹھے، میں اس سے زیادہ حکومت کے بجٹ پر کیا اعتراضات اٹھاؤں۔ بلاول صاحب young leadership ہیں، میں ان کی عزت کرتا ہوں، شہید بے نظیر بھٹو صاحبہ کے فرزند ہیں، شہید بھٹو کے نواسے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ وہ اپنی ماں اور اپنے نانا کی سیاست کریں گے، اسے آگے بڑھائیں گے۔ Compromise کریں، برداشت ہونی چاہیے لیکن basic rights پر compromise نہیں ہونا چاہیے۔ جہاں تک مجھے سننے میں آیا، وہاں دو، چار صحافی باہر کھڑے تھے اور انہوں نے کہا کہ بلاول صاحب کو اس پر بھی ناراضگی تھی کہ باقی تو آپ ہمارے کام نہیں کرتے، بجٹ پر ہمیں نہیں پوچھتے، دو اضلاع ہیں جو پیپلز پارٹی کی leadership سے منسوب ہیں، بلاول صاحب نے بتایا کہ ان میں ایک لاڑکانہ ہے اور دوسرا نواب شاہ۔ جہاں تک میرے سننے میں آیا ہے، ایک صحافی کہہ رہا تھا، مجھے نہیں معلوم کہ یہ صحیح ہے یا غلط ہے، بلاول صاحب نے ان سے two demands رکھیں کہ لاڑکانہ کا LINAR Hospital جس میں ابھی تک MRI machine نہیں ہے، بلاول صاحب نے کہا کہ مجھے یہ تو لگا کر دیں، باقی کام تو آپ PDM-2 سے نہیں ہوں گے۔ اس کے علاوہ نواب شاہ کا نورین ہسپتال ہے، شاید یہ دونوں کینسر کے علاج کے ہسپتال ہیں، وہاں linacs machine چاہیے۔ ان دونوں کی cost تقریباً دو، تین بلین ہے۔ چلیں اگر انہوں نے demand نہیں کی تو میں آپ سے demand کرتا ہوں، اگر چیئرمین صاحب ہوتے تو میں ان سے demand کرتا کہ یہ دونوں چیزیں سندھ کے غریب عوام کی necessity ہیں، یہ دونوں کینسر کے علاج کے ہسپتال ہیں۔ نورین ہسپتال، نواب شاہ کو ابھی linacs machine نہیں ملی، یہ Ministry of Defense کا کام ہے۔ میں پیپلز پارٹی کے دوستوں سے بھی کہتا ہوں کہ kindly جب آپ بجٹ میں amendment لائیں گے تو اسے add کروائیں۔ اگر یہ دونوں machines ہوں گی تو ہمارے interior Sindh کے لوگ اور بلوچستان کے لوگ سبی سے لے کر یہ سارے لوگ اس سے مستفید ہوں گے۔ بجائے اس کے کہ وہ کراچی میں بڑے بڑے ہسپتالوں میں جائیں، انہیں یہاں کچھ فائدہ ملے۔ میں نے آخری بجٹ کی تقریر میں بھی کہا تھا، میں ابھی بھی یہ demand کرتا ہوں کہ کم از کم ان two machines کے لیے پیسے رکھیں کیونکہ دو اضلاع ہماری پیپلز پارٹی کی leadership کے

ہیں۔ مجھے امید ہے کہ بلاول صاحب یہ چیزیں اس بجٹ میں ان سے include کروائیں گے تاکہ وہاں کی غریب عوام ان سے مستفید ہو سکیں۔

جناب والا! آگے مہنگائی پر آجائیں۔ حکومت نے announce کیا ہے کہ مہنگائی 26% ہے۔ آپ نے تنخواہیں 25% بڑھائی ہیں۔ جناب والا! مجھے بتائیں کہ 25% جو تنخواہیں بڑھائی ہیں، 26% مہنگائی ہے تو آپ اس میں عوام یا کم از کم اس طبقے کو کون سا فائدہ دے رہے ہیں؟ میں نے power sector پر اس دن calling attention notice پر بات کی، ایک ایسا وزیر جسے Power Division کا پتا نہیں ہے۔ ہم جب چھوٹے ہوتے تھے، میرے سندھی اور بلوچستان کے دوست بیٹھے ہوئے ہیں، ایک ڈرامہ 'جانو جرمن' چلتا تھا۔ جانو جرمن ایسے کہتا تھا کہ A, B, C, D, E, F, ایک پڑھے لکھے آدمی کو کہتے ہیں کہ یہ جاہل ہے۔ بات یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو وزارت دی ہے، اللہ تعالیٰ نے دی ہے، ہم تو نہیں کر سکتے، آپ جس طرح سے elect ہو کر آئے وہ ایک الگ issue ہے لیکن آپ جس department کو چلاتے ہیں، آپ کو اس کا پتا تو ہونا چاہیے کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ وہ کہہ رہے ہیں کہ calling attention notice صحیح نہیں تھا، ہم یہ plan نہیں بنا رہے، آخر میں کہہ رہے ہیں کہ یہ چھ، آٹھ سالوں میں بن جائیں گے۔ بھائی! آپ اپنی statement پر تو قائم رہیں۔ اگر وزیر اس ایوان میں جھوٹ بولے گا تو department کیا کرے گا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: ابڑو صاحب! کوشش کریں کہ مختصر بات کریں، دونوں طرف سب کو وقت دینا ہے اور سب ممبران کی خواہش ہے کہ وہ بات کریں۔

سینیٹر سیف اللہ ابڑو: جناب چیئرمین! آپ کو اس کرسی پر بٹھانے کے لیے میں جتنا آپ کے لیے لڑا ہوں اتنا کوئی نہیں لڑا اور نہ آج ادھر شیری بیٹھتی۔ میں نے اعظم بھائی کو بھی کہا تھا۔

(اس موقع پر ایوان میں قہقہے گونجے)

سینیٹر سیف اللہ ابڑو: یہ PML (N) کو کرنا چاہیے تھا، میں لڑا ہوں، میری اپنی پارٹی کہہ رہی تھی کہ سیدال خان کو کیوں، میں نے کہا کہ 'نہیں' یہ اس ایوان کی عزت ہے۔ ڈپٹی چیئر مین کو Chair کرنا چاہیے کیونکہ یہ tradition ہے۔

جناب ڈپٹی چیئر مین: شکریہ۔ مجھے احساس ہے۔

سینیٹر سیف اللہ ابڑو: آپ جتنا درمیان میں بولیں گے تو میں بات کو اور لمبا کروں گا، میں اسے کم نہیں کروں گا۔

جناب ڈپٹی چیئر مین: جی اچھا چلیں۔

سینیٹر سیف اللہ ابڑو: جناب والا! یہ literally آپ کے خلاف ایک conspiracy تھی، جب آپ یہاں سے اٹھیں گے تو میں آپ کو کان میں بتاؤں گا۔

یہاں دوستوں نے بات کی کہ مجھے بات نہیں کرنی چاہیے تھی لیکن مجبوراً مجھے جواب دینا پڑ رہا ہے۔ میرے دوست نے کہا کہ خان صاحب پر ساٹھ ارب روپے کی corruption کا case ہے اور نواز شریف صاحب کے لیے بہت عزت ہے، وزیراعظم رہے ہیں، پارٹی کے سربراہ ہیں، ہمیں ان چیزوں میں نہیں جانا چاہیے لیکن اگر میں بات کروں گا، ایسی نہیں کروں گا کہ کسی کو تکلیف ہو لیکن حقائق بیان کرنا لازمی ہیں۔ میں پہلے اس بات پر آتا ہوں کہ عمران خان صاحب نے کیسے ساٹھ ارب روپے کی corruption کی؟ پیسے ملک ریاض صاحب کے تھے، کسی نے آج تک ملک ریاض کا نام لیا ہے؟ کسی media نے، کسی politician نے، کسی جج نے، کسی ایسے بندے نے جو سارے پاکستان کو کچھ بھی کر سکتا ہے، کسی نے نام نہیں لیا، ملک ریاض کا نام لیں ناں، پیسے کہاں پڑے ہیں؟ ہاں! اگر یہ پیسے خان صاحب کے account میں پڑے ہوں تو خان صاحب ذمہ دار ہیں، یہ پیسے تو سپریم کورٹ کے account میں پڑے ہوئے ہیں۔ اگر وقت کے قاضی کو یہ دیکھنے میں نہیں آتا تو قصور اس کا ہے، اس میں ہمارا کیا ہے؟ وقت کے قاضی کو دیکھنا چاہیے کہ پیسے اس کے account میں پڑے ہوئے ہیں۔ ماضی میں ایسے فیصلے بھی ہوئے ہیں، بھٹو صاحب کو 1979 کے پینتالیس سالوں کے بعد انصاف ملا۔ جب اس ایوان میں ذکر ہوتا ہے کہ مرد مومن، مرد حق، وہ

ضیاء الحق تھا، ہم اسے بھٹو کا قاتل سمجھتے ہیں، مجھے نہیں پتا کہ پیپلز پارٹی والے کیوں نہیں بولتے، نہ جانے انہیں کیا ہو گیا ہے؟

جناب والا! میں نواز شریف پر آتا ہوں۔ یہاں جو بھی ممبران بیٹھے ہیں، ہم اپنی اپنی قبروں میں جائیں گے۔ میں آپ سے ایک التجا کرتا ہوں کہ آپ یہاں قرآن شریف لائیں، سب حلف اٹھاتے ہیں، پہلے میں حلف اٹھاتا ہوں کہ میرا لیڈر ایماندار ہے یا نہیں ہے، میں حلف دیتا ہوں۔ میں سب دوستوں کو کہتا ہوں کہ ہر کوئی آئے اور اپنے لیڈر کے لیے حلف دے، میں سب کو کہتا ہوں، میں detail میں نہیں جاتا۔

(اس موقع پر ایوان میں ڈیسک بجائے گئے)

سینیٹر سیف اللہ ابڑو: ہم تھوڑا سا کام کرتے ہیں کہ یہ پانچ لاکھ روپے آپ کے account میں کیسے آئے، FBR ہمیں notice بھیج دیتا ہے، یہ اربوں روپے کی properties, Avenfield کی property کہاں سے آئی؟ میں یہاں سینیٹر ہوں، میرا ایک بیٹا ہے، ابھی وہ کمانے کی position میں نہیں ہے، کل اس کے accounts میں اربوں روپے آجائیں، میں کہوں کہ میں اس کا ذمہ دار نہیں، کیسے نہیں ہوں، آپ کے پاس کون سا جادو کا چراغ ہے؟ ہم کیوں cases بنائیں گے؟ یہاں cases کا ذکر ہوا، آپ لوگ ہمیں کہتے ہیں کہ ہم نے cases بنائے۔ ابھی شبلی صاحب نے کہا شہباز شریف کا کہا، ٹھیک ہے، case کون سا تھا، FIA کا۔ اس میں تو FIA کو اندر ہونا چاہیے، FIA کے اس وقت کے DG نے کیسے یہ statement دی کہ ان کے account میں اتنے پیسے پڑے ہیں۔ جس کے لیے شہباز شریف عدالت گئے، انہوں نے کہا کہ میرے بیٹوں کے accounts میں پیسے ہیں، مجھے نہیں پتا کہ کیسے یہ پیسے آئے۔ ان کے بیٹوں کے accounts میں کیسے پیسے آئے؟ یہ آکر۔ جب پی ٹی آئی کی حکومت آئی تو FIA کا ایک جھوٹا case دائر کیا تھا، میں آپ سے اور اعظم بھائی سے demand کرتا ہوں کہ FIA کے ان officers کو منطقی انجام تک پہنچائیں اگر انہوں نے شہباز صاحب، حمزہ صاحب اور ان کی family پر جھوٹا case دائر کیا تھا۔ جھوٹے cases نہیں ہونے چاہییں۔ اگر وہ case اُس وقت صحیح تھا تو پھر شہباز صاحب

illegally بنے ہوئے ہیں، دونوں sides پر فائدہ PDM حکومت کا نہیں ہے، اس لیے اسے جتنا بھی کھولیں گے تو کسی کو بھی اس کا فائدہ نہیں ہونا ہے۔

جناب چیئرمین! ہم old time کے سندھی بیٹھے ہوئے ہیں، مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ ابھی ہمارے سات، آٹھ سندھی سینیٹرز آئے ہیں۔ ہماری old time میں باراتیں جاتی تھیں، اس وقت شادی ہال نہیں ہوتے تھے تو لوگ ایک ایک گھر میں جاتے تھے اور کہتے تھے کہ چارپائی اور بستر دیں۔ ایک آدمی گیا اور دروازے پر دستک دی، ایک آدمی اندر سے باہر آیا اور اس نے کہا کہ کیوں آئے ہو؟ اس آدمی نے کہا کہ ہمیں چارپائی اور بستر چاہیے، اُس نے کہا کہ ہمارے گھر میں دو چارپائیاں ہیں اور دو ہی بستر ہیں۔ ایک پر میں اور میری امی سوتی ہے اور دوسری چارپائی پر میرا باپ اور میری بیوی سوتے ہیں۔ اُس شخص نے کہا کہ بے شک آپ مجھے چارپائی نہ دیں لیکن آپ کم از کم ترتیب سے سوئیں۔

اس House میں ایسے تین session ہو چکے ہیں۔ آپ کے بیٹھے ہوئے اچانک پتا چلتا تھا کہ جادو کا جن آگیا ہے اور آکر Chair پر بیٹھ گیا ہے۔ ہم نے یہ ہی کہا تھا کہ Chair جو بھی کرے لیکن اپنا کام فضیلت سے کرے۔ ہمیں تین sessions میں وقت نہیں دیا گیا۔ پہلے session میں judges پر بات ہوئی آپ دیکھیں ہم کہاں جائیں۔ یقین کریں اس بات سے سب لوگ سہمت ہوں گے میرے بڑے بھائی بیٹھے ہیں تاج حیدر صاحب بھی، ہم سب لوگ اپنے علاقوں سے آتے ہیں۔ ہم چھوڑ دیں Party affiliation کو، ہر کسی کو اپنا وقت چاہیے، ہر کسی کے علاقے کے اپنے مسائل ہوتے ہیں۔ یہاں پر کسی کو بات نہیں کرنے دی جاتی، تو ہم اپنے علاقوں میں جا کر کیا بتائیں گے۔

اس House میں judges کے متعلق بات ہوئی میں صرف ایک منٹ judges پر بات کروں گا زیادہ نہیں بولوں گا۔ اطہر من اللہ پر بہت غصہ تھا، out of agenda میں اطہر من اللہ یا کسی بھی جج کا وکیل نہیں ہوں۔ میں NAB کا وکیل بھی نہیں ہوں NAB کوئی اچھا ادارہ نہیں ہے، NAB ایک بد نما داغ ہے پاکستان کے اس نظام پر جس کا جو قانون ہے وہ بالکل الٹا ہے human rights سے۔ وہاں پر جب اطہر من اللہ کو nominate کیا اطہر من اللہ وہ جج ہے

جب 10-04-2022 کو خان صاحب کو ہٹایا گیا تو اس نے کسی کی بھی complaint کے بغیر آپ لوگوں کے لیے Islamabad High Court کا دفتر کھولا تھا۔ اطہر من اللہ وہ ہی ہے اس کی بھی آپ لوگ بات کریں۔ Atta Bandial Chief Justice وہ بھی رات کو بارہ بجے court کھول کے بیٹھ گئے تھے۔

PPP کے دوستوں کو یاد نہیں ہے میں ان کو 1997 میں لے کر جاؤں گا ملک قیوم کی بات کیوں نہیں کرتے وہ بھی جج تھا، وہ کیا کہہ رہا تھا کہ بینظیر صاحبہ اور زرداری صاحب کو سزائیں دیں۔ ہمارے نئے دوست آئے ہیں ان سے تھوڑی محبت میری بھی زیادہ ہے تو میں ان کو ایک چیز دکھانا چاہتا ہوں۔ یہ شہید محترمہ بینظیر بھٹو کی تصویر ہے یہ 1997 میں جیل میں گئی ہیں۔ ہمارے PPP کے leaders جو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں بلاول بھٹو صاحب اللہ تعالیٰ ان کو لمبی زندگی دے، وہ اپنی Party کو lead کریں۔ اس تصویر میں یہ بلکل کمسن ہیں بینظیر صاحبہ ان کی انگلی تھامے ہوئے ہیں اور ان کو لے کر جا رہی ہیں۔ بینظیر صاحبہ کس سے ملاقات کے لیے گئی تھیں اپنے بچوں کے ساتھ، دو دو بیٹیوں کے ساتھ۔ آپ مجھے بتائیں پنجاب میں ایسا کس کے ساتھ ہوا ہے؟ یہ جیل میں کون بیٹھا ہے؟ یہ زرداری صاحب بیٹھے ہیں اور یہ بینظیر صاحبہ بیٹھی ہیں۔

چودہ سال کا یہاں ذکر کیا گیا کہ زرداری صاحب کو چودہ سال کے لیے جیل میں ڈالا گیا۔ اگر ہماری حکومت میں غلط کام ہوا ہے تو ہمیں اسے accept کرنا چاہیے۔ ہم میں اتنی اخلاقی ہمت ہونی چاہیے لیکن جو لوگ چودہ سال کا ذکر کرتے ہیں ہمیں تو چودہ سال کا وقت ہی نہیں ملا، ہمیں تو تین سال اور آٹھ مہینے کا وقت ملا۔ زرداری صاحب کو چودہ سال کے لیے جیل میں ڈالنے کا ذمہ دار کون تھا؟ اس مرد مومن مرد حق کی جو جماعت تھی وہی تھی۔ بینظیر صاحبہ اور بیگم نصرت بھٹو کی تصویریں کس نے گرائی تھیں۔ مجھے تو نہیں پتا کہ PPP ان سے کس چیز کا بدلہ لے گی اگر یہ بدلہ لینا ہے تو ان کو کم از کم عوام کے سامنے بتانا چاہیے کہ یہ عوام کا کام نہیں ہے۔ آپ کا ذاتی کام ہو سکتا ہے۔ میں صرف دو منٹ اور لوں گا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی سیف اللہ ابڑو صاحب۔

سینیٹر سیف اللہ ابڑو: آپ کے آنے سے پہلے جناب چیئرمین نے ایک rulingدی کہ جب کوئی ممبر بولے تو اس کے درمیان میں کوئی نہ بولے۔ بولنے کی بات ہو تو میں ویسے ہی زیادہ بولتا ہوں تو اگر کوئی ہمارے درمیان بولے گا تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ ہم کسی کو بولنے نہیں دیں گے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ کوشش کریں کہ جلدی بات ختم کریں۔

سینیٹر سیف اللہ ابڑو: میں کوشش تو کر رہا ہوں لیکن باتیں اتنی زیادہ ہیں کہ اندر سے سب جل رہا ہے۔ میں نے صبح ناشتہ نہیں کیا تقریر کرنے کا اچانک وقت مل گیا اور lobbyمیں میرے colleaguesسب کچھ کھا گئے۔ میں تو یہاں اپنی duty نبھا رہا ہوں مجھے اس دوران جتنا disturb کریں گے تو میں اتنا ہی وقت لوں گا۔ بات یہ ہے کہ اگر آپ ایک آدمی کو، آپ قرآن شریف منگوائیں ہمارے میجر صاحب بیٹھے ہیں جو سیکرٹری ہیں اور وہاں ان کی chairکی side پر بھی شاید مولوی صاحب بیٹھے ہیں۔ مولوی صاحب قران مجید منگوائیں میں پہلے اس پر حلف لیتا ہوں کہ میرا لیڈر ملک ریاض کے پیسوں میں روادار نہیں ہے۔ میں دعویٰ کرتا ہوں اور میں امید کرتا ہوں کہ باقی دوست بھی آ جائیں گے اور کہیں گے کہ Avenfield Apartments بھی ایمانداری کے پیسوں کے ہیں۔ میں صبح سے وضو میں ہوں مولوی صاحب آپ لائیں قرآن شریف۔

یہاں پر کافی مسائل ہیں آپ budgetکی بات کرتے ہیں، آپ budgetپر آ جائیں budgetکس نے بنایا؟ Finance Divisionنے Finance Divisionکا Secretaryکون ہے؟ Imdadullah Bosal میں کہتا ہوں کہ Aurangzeb کو خود اسحاق ڈار صاحب ہی چلنے نہیں دیں گے۔ اگر ان کے پاس امداد بوسال جیسا سیکرٹری ہے۔ FBRکا بہت بڑا کردار ہے۔ میں نے Motion 218 کے تحت fileکیا آپ یقین کریں وہ take-upنہیں ہوا۔ FBRکے 21ملازمین جو top categoryمیں تھے، top listپر تھے۔ ان کو sideپر کر کے ایک poolمیں ڈال دیا صرف اس وجہ سے کہ جو FBRکے sitting Chairman Amjad Tiwanaہیں ان کو promoteکرنا تھا کیونکہ ابھی promotionکے حوالے سے high board power meetingہونی تھی۔ اس ملک میں یہ کیا تماشہ ہے 21 officersکو آپ side lineکر کے 23rd numberپر جو بندہ ہے اس کو FBR

Chairman بنادیں۔ آپ جب اس کے کہنے پر چلیں گے اور اپنے افسران کو پیچھے کریں گے تو پھر کیا ہو گا آپ اسی طریقے سے اپنی policies adopt کریں گے۔

اس کے متعلق میں نے motion دیا تھا آپ یقین کریں میں نے 5, 6 motions دیے سیکرٹری صاحب بھی بیٹھے ہیں۔ میں آپ کو officially ایک شکایت بھی کرتا ہوں اور گزارش بھی کرتا ہوں ہمارے motion, question جان بوجھ کر ان کو side line کیا جاتا ہے کہا جاتا ہے کہ یہ admissible نہیں ہیں۔ ہمیں motion file کرتے کرتے خود کو motion لگ گئے ہیں لیکن آپ کی طرف سے وہ admit نہیں ہوتا۔ یہ کوئی بات ہے۔ آپ Chairman FBR کو ہٹادیں، جو الزامات آپ نے 21 officers پر لگائے ہیں، وہ تو اس میں شہر بانو بیٹھی ہے اور وہ top پر بیٹھی ہے اور جو سب سے اوپر ہے وہ شیر بنا بیٹھا ہے۔ ان میں تو ایک آفیسر وہ ہے جس کو تمغۂ امتیاز شہباز شریف صاحب نے دیا۔

جناب چیئرمین! آپ کو پتا ہو گا کہ جب تمغۂ امتیاز دیا جاتا ہے، ان شاء اللہ آپ کو جلد دے دیں گے۔ تمغۂ امتیاز کیسے ملتا ہے؟ کارکردگی کی بنیاد پر وہ ملتا ہے اس کی history پہلے پڑھتے ہیں۔ ہم تو کبھی اس تقریب میں نہیں گئے کیونکہ جب ہماری Party کی حکومت تھی تو تب ہمیں sideline کر دیتے تھے وہ بھی ہمیں invite نہیں کرتے تھے، ابھی باقی لوگوں کو کبھی نہیں ملا۔ تمغۂ امتیاز میں history بیان کی جاتی ہے اور اس کی base پر تمغۂ امتیاز دیتے ہیں تو اس کو pool میں کیوں رکھا؟ اس کو ہٹایا کیوں؟ Amjad Tiwana اس سے زیادہ efficient کیسے ہو گیا؟ طارق مصطفیٰ اس سے senior ہے اس کو آپ نے کیسے پیچھے کیا؟

جناب چیئرمین! بات یہ ہے کہ جب آپ اس ادارے کو جس کو taxes recover کرانے ہوتے ہیں، جس ادارے کو policy بنانی ہے، میں ان کو اٹھا بھی نہیں سکتا یہ اتنی بھاری کتابیں جو بھیجی ہیں ادھر تو یہ کہاں سے بنیں گے؟ جب آپ کا revenue collect ہو گا head of department ہی غلط بیٹھا ہوا ہے تو میں budget پر کیا بات کروں؟

اس Houseمیں جو بھی دوست بات کرتا ہے غصہ خان صاحب پر کرتا ہے، خان صاحب اپنی بیوی کے ساتھ جائیں تب بھی غصہ۔ اسلام کی ساڑھے چودہ سو سال کی history ہے اور یہ عدت کیس خان صاحب پر دھبہ ہے۔ میاں بیوی ساتھ بیٹھتے ہیں پھر بھی آپ کو غصہ ہے۔ جو رات کو ڈھائی بجے کسی کے گھر میں گھس جاتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ ہم تو تنظیم سازی کرنے گئے تھے۔ آپ کی وہ تنظیم سازی ہے لیکن ہمارے لوگ اگر بیوی کے ساتھ بھی رہ رہے ہوں تب بھی تکلیف ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ جی۔

سینیٹر سیف اللہ ابڑو: اس Houseمیں ایک بڑاissueہے میں وہ بھی آپ کو بتادوں۔ Privatization commissionکا جو انہوں نے یہاں اعلان کیا ہے کہ ہم سارے ادارے privatizeکر رہے ہیں۔ اسی دن منسٹر صاحب کہہ رہے ہیں کہ 45000 mega wattہماری capacityہے یہ بس ایسے ہی ہے کیا ہے کچھ بھی نہیں ہے۔ کارخانے لگے ہیں پیسے تو لیں گے ہم تو کہتے ہیں نئے نہیں لگائیں ان سے ہی کام لیں، ان کو جب پیسے دیتے ہیں۔ یہ ایسے ہی کہ پانچ بسیں کھڑی ہیں اور آپ ان سے کام نہ لیں صرف ان میں تیل ڈالنا ہے، آپ کہیں کہ ہم تین بسیں اور لیں گے ان کو نہیں چلائیں گے۔ بھئی ایسے نہیں ہے کہ آپ ان کو پیسے دیں اور capacity payment ختم کریں۔ وہ اسی وقت کہہ رہا ہے کہ اس نے اسی دن تضحیک کی پورے سندھ کی، GENCOs کی، GENCOs کے تمام employees کی، اس نے کہا کہ یہ سارا کباڑ ہے، گڈو کباڑ ہے، لاکھڑا کباڑ ہے کیسے کباڑ ہیں؟ میں challenge کرتا ہوں اس کو پوری mediaآجائے مجھے پتہ نہیں یہ کہاں سے (***)[1]

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی شکریہ سیف اللہ ابڑو صاحب۔ وقت بہت زیادہ ہو گیا ہے۔ آپ نے Leader of the Oppositionسے بھی زیادہ بول لیا ہے۔ نہیں نہیں سیف اللہ صاحب مہربانی کریں ہم نے دونوں طرف وقت دینا ہے۔

(مداخلت)

---

1 [Words expunged as ordered by the Chair]

جناب ڈپٹی چیئرمین: نہیں نہیں بہت شکریہ۔ نہیں آپ دیکھ لیں۔

سینیٹر سیف اللہ ابڑو: آخری بات۔ میں conclude کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی، آپ conclude کریں۔

سینیٹر سیف اللہ ابڑو: دیکھیں، بات یہ ہے کہ First Women Bank کی بھی privatization ہو رہی ہے۔ یہ بات میں پورے پاکستان کے عوام کو اس ایوان کی وساطت سے بتانا چاہتا ہوں کہ اگر آپ چاہتے ہیں تو بے شک privatization کریں مگر یہ شفاف طریقے سے ہو۔ ایسے نہیں ہونا چاہیے جیسا کہ آپ لوگوں نے MCB کو privatize کیا تھا۔ کسی ایک بندے کو آپ دے دیں۔ ایسے نہیں جیسا کہ آپ نے PTCL کو privatize کیا تھا۔ ایسے نہیں کہ جیسا کہ آپ نے KPT میں terminals کو privatize کیا ہے۔ ابھی تک ان اداروں کی investment پاکستانی خزانے میں نہیں آئی۔ کسی نے ابھی تک نہیں پوچھا کہ آپ نے PTCL کو کس طریقے سے privatize کیا تھا اور انہوں نے ابھی تک payment کیوں نہیں کی ہے۔ کراچی میں KPT کے terminals کیسے آپ نے privatize کیے ہیں اور کیا انہوں نے پاکستانی خزانے میں پیسے جمع کیے ہیں۔ First Women Bank جو کہ شہید محترمہ بے نظیر بھٹو کا خواتین کے لیے تحفہ تھا اس کو بھی privatize کیا جا رہا ہے۔ یہ بھی بجٹ سے منسلک ہے۔ بجٹ سے باہر کی بات نہیں ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ آپ شفاف نجکاری کریں۔ نگران حکومت کے وزیر کا نام بھی میں آپ کو بتاتا ہوں کہ شاید کسی دوست کو اعتراض، میرے خیال میں نہیں ہونا چاہیے۔ فواد حسن فواد نے Cabinet سے منظوری لی کہ ہم یہ UAE کی ایک کمپنی کو G2G basis پر دیں گے۔ کیوں بھئی؟ آپ اس کو open کریں۔ اس کی نجکاری open ہو۔ میں ابھی آپ کے اس ایوان میں آپ کو یہ یقین دہانی کراتا ہوں کہ جتنی بھی UAE کی کمپنی bid دے گی میں اس سے زیادہ bid دے کر اس کو خرید لوں گا۔ میں ابھی یہ اعلان کرتا ہوں کہ اگر وہ پندرہ بلین روپے میں خریدتے ہیں تو میں سولہ بلین میں خریدوں گا۔ یہ کوئی بات ہے۔ ہم اپنی گاڑی بھی جب فروخت کرتے ہیں تو پھر بھی سوچتے ہیں کہ اس کی اچھی قیمت ہمیں کہاں سے ملے گی۔ یہ شہید بے نظیر بھٹو کے assets کو ایسے ہی فروخت کر رہے ہیں۔ کسی کو بتاتے بھی نہیں ہیں۔ سارے دوست یہاں پر تشریف فرما ہیں۔ میں

آپ سے التجا کرتا ہوں کہ اس کو defer کروادیں۔ بعد میں اس کی نجکاری صحیح طریقے پر ہو۔ اگر ان کا دل مطمئن نہیں ہوتا تو میں ابھی ان کو invite کرتا ہوں کہ اگر وہ پندرہ بلین میں خریدیں گے تو میں سولہ بلین میں خریدوں گا۔ یہ سیف اللہ ابڑو خریدے گا۔ میں ویسے نہیں کہہ رہا ہوں۔ آپ بے شک نجکاری کریں۔

جناب چیئرمین! آپ سے میری آخری التجا یہ ہے کہ ہمیں نورین ہسپتال نواب شاہ اور Linar Hospital لاڑکانہ کے لیے linacs machine and MRI اس بجٹ میں شامل کریں تاکہ ہم غریب عوام کو message دیں کہ یہ چھوٹی سی مشینیں ہیں دو تین ارب روپے کی وہ آجائیں گی تو ہمارے عوام کا فائدہ ہوگا۔ آپ کی بڑی مہربانی لیکن آپ چار پانچ مرتبہ درمیان میں خود بھی بول پڑے ہیں۔ میں آئندہ بھی آپ کی support کے لیے بولوں گا۔ یہ اس Chair کی عزت ہے۔ مجھے چیئرمین اور ڈپٹی چیئرمین کی عزت زیادہ عزیز ہے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ۔ سیف اللہ ابڑو صاحب کے جو ذاتی remarks ہیں ان کو کارروائی سے حذف کریں۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین: ایک منٹ۔ .Order in the House ہم نے اس طرح چلانا ہے کہ ہم نے دونوں اطراف کو وقت دینا ہے۔ ہماری کوشش تھی۔ ابھی سیف اللہ ابڑو صاحب کا اگر آپ وقت دیکھ لیں۔ اس کا اگر پھر بھی گلہ ہے تو پھر تو ہم اس میں کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ سینیٹر بشریٰ انجم بٹ صاحبہ۔

<u>Senator Bushra Anjum Butt</u>

سینیٹر بشریٰ انجم بٹ: بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔

Thank you, Mr. Chairman, for giving me this opportunity to address this honourable House. Sir, I will make sure that I am very precise, I do realize that

We need to adopt a very ۔سب کے پاس یہاں پر بات کرنے کاtimeہونا چاہیے
non-self-approach. Mr. Chairman, I would like to congratulate the Government for presenting a very
that some tough لیکن یہ کہنا غلط نہیں ہوگا comprehensive budget. decisions had to be made. Mr. Chairman, Looking at the economy and the economic situation right now. The Government had to make some very, very tough
Then again ۔جن پر ابھی بہت زیادہ تنقید کا سامنا بھی کرنا پڑ رہا ہےdecisions
ہر looking at the budget I see a very balanced approach.
which I feel is a very دیے گئے ہیں parallel solutions مسئلے کے
proactive approach. We as a nation, we have a very reactive approach to verse everything. Right now looking at the economy Sir, we need a very proactive approach
جس کے اندر ہم ایک problem کی multiple solutions کو parallel لے کر چلتے
Having said that right now we need to act as a nation. ۔ہیں
Kept on ۔ابھی Leader of the Opposition کی speech سننے کا موقع ملا
وہ کہتے ہیں کہ تنقید برائے تنقید کے علاوہ looking and waiting for
right now the ہی نظر آئی۔ میرا خیال ہے کہ constructive criticism
economy is in a state where we need to act as a nation but now that we are in the ruling party I would like to come back to the budget and give my suggestions, give my observations towards the priorities of the Government. It gives me huge pleasure and I am very proud that our Government, our party enjoys a very good relationship with the international governments. So, therefore, we were not only just focusing on bringing in
یہ ہے focus ہمارا loan, we are bringing in investments because
کہ ہم جتنے زیادہ سے زیادہ investments لا سکیں، income generate کر سکیں،

spending income بھی بڑھے اور spending buying power بھی بڑھے اور اس کے علاوہ جو ریلیف دیا جا رہا ہے۔

جناب چیئرمین! taxes پر بہت زیادہ تنقید ہو رہی ہے۔ So, you have to understand one thing پچھلے چار سالوں میں تو ہمیں صرف اور صرف examples سننے کو ملتی تھیں کہ internationally دیکھا جائے foreign economies کو دیکھیں تو وہ کتنا fabulous کام کر رہے ہیں۔ We cannot pick and choose the practices of foreign countries. اگر آپ باہر کے ممالک میں دیکھیں تو taxes کتنے high ہیں۔ جتنی آپ کی salary ہے اس سے بہت زیادہ ٹیکس کٹ جاتا ہے جو کہ استعمال ہوتا ہے for the welfare of the society. Sir, we need to increase the tax net اور اگر آپ دیکھیں تو Government multiple solutions دے رہی ہے to increase the tax rate. اگر آپ بات کر رہے ہیں کہ فون کی Sims block ہو رہی ہیں اور foreign travels پر بات ہو رہی ہے۔ Sir, right now وہ بات کرتے ہیں نا کہ ہر problem کا Government solution سے ڈھونڈتے ہیں۔ We need to act as a nation. ہم as a nation خود کیا کر رہے ہیں؟ بڑے بڑے businessmen ہیں جو کہ ٹیکس نیٹ کے اندر نہیں ہیں۔ اگر آپ دیکھیں ہمیشہ سے بجٹ کے اندر بات کی جاتی ہے۔ Make-up پر ٹیکس لگ گیا ، Make-up is an industry اگر آج آپ دیکھیں تو parlours, salons are making cosmetic surgeries میں how much money they are making but کوئی بھی آپ کو ایک بل نہیں دیتا۔ کہنے کی بات یہ ہے کہ nothing is being registered, ہاں salary طبقہ کا جو already registered digit چل رہا ہے تو وہ بے چارے زیادہ پس رہے ہیں۔ So, right now instead of criticizing the Government’s approach in increasing the tax, we need to think as a nation کہ ہم کیوں ٹیکس سے بچ رہے ہیں۔

Mr. Chairman, coming back to the budget and the priority of the Government, I am very proud of my Government priorities

اگر آپ ہیلتھ کی بات کرتے ہیں، Malnutrition کی بات کرتے ہیں۔ پچھلی دور حکومت میں stunted growth کے اُوپر باتیں تو بہت ہوئیں، diagram تو دیکھنے کو بہت ملے مگر کام کیا کیا گیا؟ School meals پر ہم نے کام کیا۔ We are focusing ہماری Polio campaign جو تھی وہ Dr. Ayesha Raza Farooq carried out a very fabulous programme. اس کے علاوہ اگر آپ ایجوکیشن کی بات کرتے ہیں۔ ایجوکیشن پر Prime Minister صاحب نے focus کیا ہے۔ We are targeting towards 100% enrolment. Sir, I have my reservation regarding single national curriculum لیکن جب ہمارا دور حکومت آیا تھا۔ جناب چیئرمین! میں بجٹ کی طرف آتی ہوں۔اس میں time, money and resources of the tax personal لگا ہوا ہے۔ اس کو political background کی نظر نہ ہونے دیں۔ جناب چیئرمین! میرا victimization academic سے related ہے۔ Single national curriculum پر political campaign تو چلائی جا سکتی ہے کہ ایک عوام اور ایک نظام لیکن جناب چیئرمین! اس کے اندر technical faults ہیں۔ You cannot have the same system anywhere in the world. ایک طرح کا نظام تعلیم applicable نہیں ہے۔ اس کے اندر technical faults ہیں لیکن چونکہ اتنا پیسا لگ چکا تھا، کتابیں چھپ چکی تھیں، ہمارے دور حکومت میں priority تھی کہ وہی پیسے استعمال کرکے missing facilities پر کام کیا جائے۔ ہماری بچیوں کا dropout rate بڑھتا چلا جارہا ہے کیونکہ toilets available نہیں ہیں۔ After certain age لوگ دیہاتوں میں اپنی بچیوں کو اسکولوں میں نہیں بھیجتے۔ ہماری priorities یہ تھیں کہ ہم missing facilities کو پورا کریں۔ ان کی حکومت نے آکر سارا فنڈ single national curriculum کی مد میں لگادیا۔ In the meantime, we faced global pandemic. اس کی وجہ سے

ویسے ہی گر گئی۔ جو بے چارے بچے مشکل سے اسکولوں میں جا رہے source of income
تھے، جب نئی کتابیں print ہوئیں، اب وہ single national curriculum کدھر ہے، I have no idea but those children had to drop out of schools. So, this is the reality. You cannot politicize education. آپ نے اس کے اُوپر ایک نعرہ لگایا کہ ہم نے سب کو ایک نظام کے تحت کر دیا، اس طریقے سے عوام کو بے وقوف نہ بنایا جائے۔ ایک O-Level کا بچہ ایک different background سے آتا ہے، ایک دیہات کا بچہ ایک different background سے آتا ہے۔ آپ دونوں کو کس طرح پڑھا سکتے ہیں۔ Teacher's training programmes کی کمی ہے۔ ہمارے جو دیہات کے teachers ہیں، انہیں training کی ضرورت ہے۔ آپ مجھ سے کہہ رہے ہیں کہ ایک O-Level کے student کے teacher کا معیار اور ایک دیہات کے teacher کا معیار ایک طرح کا ہو۔ You want to introduce a single national curriculum. No, it was a political agenda but having said that, میں نے پھر بھی کہا کہ اس کو victimization کی نذر نہ ہونے دیں۔ پچھلے چار سال پنجاب میں ہمارے سارے projects, political victimization کی نذر ہوئے۔ But, then again, in my budget speech, I mentioned that مراد راس نے trans-genders کے لیے ملتان میں اسکول کھولا۔ I thought it was a very good initiative. ہمیں اس کو carry forward کرنا چاہیے۔ ہمیں trans-genders کو mainstream society میں لانا چاہیے۔ ان کو بھی مواقع دینے چاہییں تاکہ ان کے پاس بھی آگے بڑھنے کی اور career opportunities کی variety ہونی چاہیے۔

Sir, another thing which is very close to my heart, Pakistan is internationally criticized for bonded labour.

بھٹوں پر جو بچے کام کر رہے تھے، ہم نے ان کو اپنے دورِ حکومت میں نہ صرف رہا کروایا بلکہ ان کو stipends دے کر اسکولوں میں بھی بھجوایا۔ میں چار سال budget speech میں

پوچھتی رہی کہ ان بچوں کی فنڈنگ کیوں روکی گئی۔ کہا گیا کہ funds available نہیں ہیں۔ نہ صرف funds available نہیں تھے بلکہ the priority was not right. ایک طرف تو آپ single national curriculum کا نعرہ لگاتے ہیں جبکہ دوسری طرف بھٹوں پر جو بچے کام کرتے ہیں، جس کی وجہ سے پاکستان کو internationally criticize کیا جارہا ہے یعنی bonded labour کی وجہ سے، ادھر آپ کے پاس funds available نہیں ہیں۔

جیسا کہ ہم نے ٹیکسوں کی بات کی، اگر اس بجٹ کو پڑھیں تو اس میں multiple solutions to the problem to boost up the economy دی گئی ہیں۔ جس میں tax net increase کی بات کی جارہی ہے۔ جس کے اندر right-sizing کی جارہی ہے۔ ادارے جن میں ghost workers ہیں، political بھرتیاں کی گئی ہیں لیکن پھر بھی looking at the economy میں یہاں پر حکومت سے request کرتی ہوں کہ ان کو downsize کرتے ہوئے یا right-size کرتے ہوئے، ان workers کو unemployment کی طرف نہ دھکیلا جائے۔ ان کو کہیں نہ کہیں accommodate ضرور کیا جائے۔ So, this is my request to the Government.

اگر آپ mode of privatization کی بات کرتے ہیں، اس کو آپ criticize نہیں کرسکتے۔ It is a public private partnership. ادھر آپ best services کو introduce کروارہے ہیں۔ آپ معیار کو بہتر کرنا چاہ رہے ہیں۔ It is the intention of the Government that the Government should not be part of the business plan. Government should not be doing the business. Government is giving opportunities to private organizations to grow and learn from each other. Public private partnership is always a good solution to the problem. میرے خیال میں ابھی جو حالات ہیں، ان میں یہ ایک بہت اچھا solution ہے۔ ہاں، ہر چیز میں بہتری کی گنجائش ضرور ہوتی ہے and we are open to suggestions.

(اس موقع پر ایوان میں اذانِ ظہر سنائی دی)

Mr. Deputy Chairman: Please continue.

Senator Bushra Anjum Butt: I am just going to conclude by saying that right now, we need to act as a nation and stop spreading this disinformation, be it about solar panels or be it about privatization. Right now, there is a crisis with the economy. You may criticize but it needs to be constructive. So, right now, the economy is in a state of an emergency and we need to act as a nation. Thank you so much.

Mr. Deputy Chairman: Bushra sahib, thank you. Senator Aimal Wali Khan sahib, parliamentary leader of Awami National Party.

Senator Aimal Wali Khan

سینیٹر ایمل ولی خان: جناب چیئرمین! بہت شکریہ۔ اس مرتبہ ایک ایسا بجٹ آیا ہے کہ پوری قوم حیران ہے، پریشان ہے، taxes کی بھرمار ہے۔ گزارشات پیش کرنی ہیں تو میرے خیال میں، میں آغاز اس سے کرلوں کہ ویسے بھی اتنے taxes لگ گئے ہیں، direct ہو، indirect ہو، پاکستان میں تو ان taxes کی بھرمار میں زندگی گزارنا مشکل ہے۔ میری گزارش ہے کہ کیوں نہ تین چار چیزیں رہ گئی ہیں، ان پر بھی ہم ٹیکس لگالیں۔ پاکستانی عوام جب سانس لیں تو اس پر ٹیکس ہو۔ جب زور سے سانس لیں تو اس پر مزید ٹیکس ہو۔ کوئی بھی مرے، موت پر ٹیکس لگا دیا جائے۔ میرے خیال میں اگر کوئی شادی کرے تو اس پر ٹیکس لگا دیا جائے گا۔ ایک کام رہ گیا، بچے پیدا کرنے پر بھی ٹیکس لگادیں۔ پاکستان میں بچے ویسے بھی بہت پیدا ہوتے ہیں، اس پر بھی اگر ٹیکس لگادیں تو میرے خیال میں شاید ہم یہ قرضے ایک آدھے سال میں ختم کرلیں۔

جناب چیئرمین! جس طرح میں نے پچھلی تقریر میں اس معزز ایوان اور پوری قوم کی ترجمانی کرتے ہوئے یہ ذکر کیا تھا کہ پاکستان 14 اگست، 1947 کو بنا لیکن بدقسمتی سے یہ آزاد نہیں

ہوا۔ آزادی میرے خیال میں بنیادی طور پر ایک انسان، ایک ملک اور ایک وطن کی آزادی، معاشی ہوتی ہے۔ جب تک آپ معاشی طور پر آزاد نہ ہوں تو کوئی انسان آزادی کا مزہ نہیں لے سکتا۔ بد قسمتی سے پاکستان میں تاریخ میں پہلا ڈکٹیٹر، جنرل ایوب خان کے دور میں یہ فیصلہ ہوا کہ ہم نے امریکہ کی غلامی کرنی ہے۔ اس کے دور سے ہم معاشی طور پر، فطری طور پر، ہر لحاظ سے امریکہ کے تلے بیٹھ گئے۔ پھر ضیاء صاحب کا دور آتا ہے، کل بھی بات ہوئی مردِ مجاہد کی، ضیاء صاحب کے دور میں ہم، ہم سے میری مراد پاکستان ہے، اجرت کے لیے چنے گئے۔ آج تاریخ سب کے سامنے ہے۔ میں پچھلی مرتبہ بھی تقریر کر رہا تھا، اس کو بار بار mute کرنے کی کوشش کی گئی تھی، اسے باہر سے بار بار کاٹنے کی کوشش کی گئی تھی۔ وہ بھی استحقاق ہے کہ سینیٹ کے floor پر کوئی سینیٹر تقریر کرے اور کوئی الفاظ حذف بھی نہ ہوں اور پھر بھی ان کو قوم کے سامنے حذف کر دیے جائیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ آج کی یہ باتیں بھی یہ لوگ سننے کے لیے تیار ہیں لیکن یہ تاریخ ہے اور حقیقت ہے کہ ضیاء صاحب کے دور میں ہم نے مجاہدین کا چکر شروع کیا اور ہم نے یہاں training camps بنائے، وہ training camps بنانے میں اور مجاہدین پیدا کرنے میں پاکستان کو امریکہ سے بہت پیسا ملا، پاکستان کو نہیں ملا لیکن جو پاکستان کا کرتا دھرتا ہیں اور پاکستان کی ترجیحات اس بجٹ سے بھی واضح ہیں۔ ان کو بہت پیسا ملا۔ ان پیسوں کے مزے میں یا ان پیسوں کے لیے ہماری اجرت اس حد تک گئی کہ ہم نے ایک ملک کو بلکہ پوری قوم کو تباہ کر دیا اور تب سے ہی پاکستان کی معیشت، میرے والد صاحب یہ لفظ استعمال کرتے ہیں کہ یہ war economy ہے۔ یہاں جنگ ہوگی تو پاکستان کے مزے ہوں گے، پیسا آئے گا، ڈالر ہی ڈالر ہوں گے۔ جب جنگ نہیں ہوگی تو ہماری معیشت بیٹھ جائے گی کیونکہ ہم پچھلے ساٹھ، ستر سالوں سے اپنی معیشت کو جنگ کے ذریعے چلا رہے ہیں اور وہ بھی امریکہ کی جنگ کے لیے چلا رہے ہیں۔

اس کے بعد دنیا نے دیکھا کہ 9/11 ہوا، اس کے نتیجے میں جو حالات پاکستان اور افغانستان میں پیدا ہوئے اور پھر ایک مرتبہ ہم نے دیکھا کہ امریکہ سے ڈالر آ رہے ہیں تو ہم نے جمہوریت کو خدا حافظ کہا اور پرویز مشرف صاحب dictator کے طور پر آ گئے۔ پھر ہم نے ان سالوں میں بھی پرائی جنگ لڑ کر، پرائے ملک میں گھس کر لڑائی کر کے اپنے ملک کی معیشت کو چلانے کی کوشش کی۔ بد قسمتی سے آج تک وہی حالات ہیں۔ وزیر صاحب! میں معذرت خواہ ہوں، میں تنقید نہیں

کرنا چاہتا اور خدا حاضر ناضر ہے کہ میں کسی کی ذات پر تنقید نہیں کر رہا کیونکہ میں آپ، ہم سب کو پتا ہے کہ ہماری کیا اہمیت ہے اور ہم اس ملک میں کتنا کر سکتے ہیں اور کتنا نہیں کر سکتے۔

اس بجٹ کی عکاسی یہی ہے کہ عوامی نمائندوں نے یہ بجٹ نہیں بنایا ہے۔ یہ بجٹ آئی ایم ایف کا dictate شدہ بجٹ ہے۔ اس بجٹ کے سارے فیصلے آئی ایم ایف، صرف اس بجٹ کی نہیں، یہ نہیں کہ میں صرف ان پر تنقید کر رہا ہوں، یہ بجٹ اور اس سے پہلے جتنے بھی بجٹ آئے ہیں، ان سب میں IMF کی عکاسی ہوتی ہے۔ اسی طرح اس بجٹ سے بھی قومی نمائندگی کی عکاسی نہیں ہو رہی۔ قوم کو relief نہیں مل رہا۔ قوم کے لیے کوئی سوچ نہیں ہے۔ یہ بجٹ سیدھا سادھا IMF کی عکاسی کر رہا ہے۔ جب IMF کی مرضی سے بجٹ بنے گا تو بد قسمتی سے اس میں عوام کے لیے کچھ نہیں ہو گا۔ ہماری ترجیحات آج بھی واضح ہیں، قرض دار ملک، جو مزید قرضوں میں ڈوبتا جا رہا ہے اور ہم بجٹ قرضوں کے پیسے سے پیش کر رہے ہیں، اس میں کتنے ہزار ارب lapse آ رہا ہے۔ تعلیم کا بجٹ کاٹ دیا، ہم اپنے بچوں کو تعلیم یافتہ نہیں دیکھنا چاہتے۔ صحت کا بجٹ کاٹ دیا، ہم اپنے عوام کو سرکاری طور پر صحت کی سہولتیں دینے سے منکر ہیں۔ باقی عوام کے لیے جو کچھ بھی تھا، اسے shrink کر کے ایک مرتبہ پھر اس بجٹ سے یہی عکاسی ہو رہی ہے کہ یہ وطن پاکستان کس کے لیے بنا ہے اور اس وطن میں جو بھی حالات ہوں، وہ مزے کس کے ہوں گے، وہ direct defence budget کی عکاسی کرتا ہے۔

ان حالات میں جن میں ہم نے fresh appointments سے انکار کر دیا، جن حالات میں ریٹائرمنٹ کی عمر کو بڑھا رہے ہیں کیونکہ ہمارے پاس پنشن دینے کے لیے پیسے نہیں ہیں، ان حالات میں کون اس کو defend کر سکتا ہے کہ 17.6% increase آپ کے defence budget میں ہوا ہے۔ ہمیں شرم کرنی چاہیے۔ آج جن حالات میں ہم بجٹ بنا رہے ہیں، ان حالات میں 2,122 billion روپے پاک فوج کو کس لیے اور کس کارنامے کے لیے دے رہے ہیں۔ اس لیے کہ وہ عون بھائی پر ظلم کریں، اس لیے کہ جب ان کا دل کرے، پاکستان مسلم لیگ کے محترم لیڈر بیٹھے ہیں، ان پر ظلم کریں۔ ہم بار بار کہتے ہیں کہ چلیں قوم قربانی فوج کے لیے دے گی، ٹھیک ہے ہم دیں گے کیونکہ اس ملک کی فوج ہے لیکن یہ فوج بھی کچھ دکھائے نا۔ اس دفاعی ادارے نے 77 ,70 سال میں کیا کیا ہے؟ اس ملک کے دفاع کا تو چھوڑ دیں، ایک شہری محفوظ نہیں

ہے، یہ ہمارے دفاعی ادارے کی حالت ہےاور پیسے دیتے گئےتاکہ ان کے perks & privileges بڑھتے جائیں۔ عوام کا خون نکالتے جائیں، فوج کو پکڑاتے جائیں اور سیاستدان اس کردار میں اپنا کردار ادا کرتے جائیں۔

بدقسمت ہے یہ قوم جس کی آج بھی ترجیح ٹینک، توپ، ایٹم بم اور بندوق ہے۔ وہ قوم ترقی کرے گی جس کی ترجیحات ختم ہو کر، ہم چیختے تھے، جب پاکستان کا آدھا حصہ ہم سے الگ ہو رہا تھا تو یہی چیخ اِدھر سے گئی کہ وہ بھوکے مریں گے۔ آج بنگلا دیش کی حالت دیکھ لیں جس کو ہم کہتے تھے کہ ہم سے الگ ہو کر بھوکے مریں گے، الحمدللہ وہ عزت کی زندگی گزار رہے ہیں اور ہم اِدھر بھوکے مر رہے ہیں۔ ہمارے پشتو کا ایک محاورہ ہے (پشتو)۔ ایک بھوکا مر رہا ہےاور دوسرا سر تلے پراٹھے ڈھونڈ رہے ہیں۔ قوم بھوکی مر رہی ہےاور ادارے سر تلے پراٹھے ڈھونڈ رہے ہیں۔

(اس موقع پر ڈیسک بجائے گئے)

سینیٹر ایمل ولی خان: جناب چیئرمین ! ان حالات میں یہ ملک کبھی بھی ترقی نہیں کر سکتا۔ صرف تنقید نہیں کہ کھڑے ہو کر ہم صرف تنقید کریں، ہمارے پاس راستے ہیں، ہم ان پر عمل کریں۔ ہم خود احتسابی پر عمل کریں۔ اس ملک کے ہر ادارے سے یہ ثابت ہونا چاہیے کہ یہ ملک ایک قرض دار ملک ہے یہ نہیں کہ الحمد للہ ہم اور آپ جیسے لوگ سہولیات سے بھرے جا رہے ہیں اور ملک کی قرض کی کاری ضرب صرف عوام پر ہے۔ ہمارے پاس راستے ہیں۔ ہم کیوں انگریز سے زیادہ شاہانہ طرز زندگی نہیں چھوڑتے؟ ہمیں پہلے پارلیمان سے شروع کرنا چاہیے۔ ہم قربانی دینے والے لوگ ہیں ہم سمجھتے ہیں کہ اس ایوان میں عوام کے لیے آئے ہیں ہم سمجھتے ہیں کہ ہم اس ایوان میں جمہورت کے لیے آئے ہیں اور میں دیکھ سکتا ہوں اس ایوان میں کافی ایسے ہیں جن کو سینیٹ کی تنخواہ اور perks and privileges کی ضرورت ہی نہیں۔ کیوں واوڈا بھائی؟ میرے خیال سے آغاز ہم کر لیتے ہیں اور قطرہ قطرہ سمندر بنتا ہے۔ میں مانتا ہوں کہ اس ایوان کے سارے perks and privileges ختم کر دیے جائیں اور اس کی عکاسی ایسی ہو کہ یہ ایک قرض دار ملک کا ایوان ہے۔ اس کے ساتھ صرف یہ نہیں، جو باقی Parliaments ہیں کیوں کہ ہم رائے دے رہے ہیں ہم رائے ہی دے سکتے ہیں۔ نیشنل اسمبلی including Provincial Assemblies کے تمام perks and privileges ختم ہونے چاہیے۔ اس کے ساتھ کابینہ بھی ہے، میں مانتا ہوں کہ

ہمارے صدر اور وزیر اعظم صاحب کو تنخواہ کی ضرورت نہیں ہے، خدا کی قسم وہ ایسی اچھی زندگی گزارتے ہیں کہ ہم سوچ بھی نہیں سکتے۔ ہمارے وزیروں کو ان چیزوں کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ہم بھی کبھی دکھا دیں کہ یار ہم تنخواہ کے لیے نہیں آئے ہیں، ہم perks and privileges کے لیے نہیں آئے ہیں بلکہ ہم عوام کی خدمت کے لیے آئے ہیں۔ عوام کی خدمت نہ تو تنخواہ لینے سے ہوتی ہے نہ perks and privileges لینے سے ہوتی ہے، عوام کی خدمت قربانی دینے سے ہوتی ہے لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ یہ perks and privileges نہ لیں پارلیمان اور کابینہ سے یہ perks and privileges واپس لے لیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم اپنی establishment کو دیکھیں، ہمارے 17 grade to 22 grade مزے ہیں، یہ کہاں سے عکاسی ہوتی ہے کہ یہ قرض دار ملک کے secretariat والے ہیں اور اس ملک میں ہم نے دیکھا ہے۔

جناب چیئرمین! ذرا ruling دیں کہ پاکستان میں جتنے بھی Commissioner Houses ہیں، اس کی worth and value نکالیں۔ پاکستان میں جتنے بھی DC Houses ہیں لیکن Commissioners کو کس نے آٹھ آٹھ، دس دس کنال کے شاہانہ طرز زندگی کے گھر دیے ہیں؟ پاکستان میں جتنے لوگوں کی سرکاری properties ہیں، ان کی ذرا worth نکالیں۔ اس کے ساتھ ساتھ Judiciary کو دیکھیں، کیا judiciary, جس کو ہم اور آپ یا ہماری تاریخ norms and values کو جرگے کی شکل میں دیکھا ہے، جہاں پر فیصلے ہوتے ہیں۔ قانون نہیں ہوتا لیکن فیصلے ہوتے ہیں، اس کو ہماری اور آپ کی قوم میں جرگہ بولا جاتا ہے۔ کیا judiciary کو ان perks and privileges کی ضرورت ہے؟ کیا پاکستان کی judiciary کی زندگی عکاسی کرتی ہے کہ یہ ایک قرض دار ملک ہے؟

جناب چیئرمین! ہمیں نظر ڈالنی چاہیے کہ پورے پاکستان میں، پاکستان نیوی، پاکستان ایئر فورس اور پاکستان آرمی کی کتنی کتنی جائدادیں ہیں اور میں پھر یہ نہیں سمجھتا کہ دفاعی اداروں کا commercial جائیداد سے کیا تعلق ہے۔ کیا دفاعی ادارے کا کام plaza بنانا ہے، plaza بیچنے ہیں؟ آپ ruling دیں کہ جتنے بھی دفاعی ادارے ہیں ان کی جتنی بھی جائدادیں ہیں، جو ادارے کے ہیں، ذرا ہمیں ان کا رقبہ اور مالیت پتا چلے اور پھر ہمیں یہ بھی پتا چلے کہ brigadier اور

brigadier سے اوپر جو retire ہو رہے ہیں ان کو پاکستان کے آئین کی کس شق کے تحت، یہ نہری زمین، یہ بارانی زمین، یہ محل ہے، یہ کس شق کے تحت مل رہے ہیں؟ جناب والا! میں فالتو تنقید نہیں کرنا چاہتا، میں قوم کے سامنے صرف یہ نکتے رکھنا چاہتا ہوں کہ اگر سنجیدگی ہے تو خود احتسابی کا عمل کریں قرضوں سے کام نہیں چلے گا۔ ابھی ہم نے جو بجٹ پیش کیا ہے بد قسمتی سے ہمیں پتا ہے کہ دو تین مہینوں کے بعد پھر جھولی پھیلا رہے ہوں گے کہ کچھ ڈالو ملک نہیں چل پا رہا ہے۔ جہاں پر ہزاروں ارب ویسے ہی ہم deficit دکھا رہے ہیں تو یہ ہزاروں ارب ہم نے قرضے ہی لینے ہیں تو کیوں نہ ہم پہلے خود احتسابی کا عمل کرتے ہوئے یہ شاہانہ طرز زندگی کو ختم کرکے، خرچے کو کم سے کم کیا جائے اور پھر میں نے جن جائدادوں کی بات کی اور جن جائیدادوں کا ذکر کیا وہ سرکاری Commissioners and DC Houses سے شروع کرکے دفاعی اداروں کی جائدادوں کی بھی قیمتیں لگائیں، ان کو privatize کریں اور میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ یہی جائدادیں آپ کا پورا قرضہ بھی ختم کر سکتی ہیں اور آپ کے ملک کو مزید چلا بھی سکتیں ہیں۔

Point of Public Importance raised by Senator Aimal Wali Khan regarding a policy decision/ notification of Ministry of Interior suspending the issuance of passports to Pakistani Citizens seeking asylum abroad

سینیٹر ایمل ولی خان: جناب والا! اگر آپ کی اجازت ہو تو میں بجٹ سے ہٹ کر ایک بات کرنا چاہتا ہوں۔ ایک notification ہوا ہے it's a new policy decision regarding asylum seekers وہ لوگ، وہ پاکستانی شہری جنہوں نے باہر ملک جا کر asylum لیا ہے۔ پاکستان نے یہ فیصلہ لیا ہے کہ ان کے پاسپورٹ ختم کریں۔ جناب والا! Me, my family and my party has gone through all those things جس طرح ہمیں پاکستان میں زندگی گزارنا مشکل تھا۔ میری ایک پھپھو جو ڈاکٹر تھیں اور وہ الحمد للہ خیبر پختونخوا میں she was the first female surgeon, اس سے پہلے female surgeon نہیں تھیں۔ وہ practice کر رہی تھیں، ان کے تین بچے تھے۔ ایک دن وہ clinic سے نکلی، جیسے ہی گاڑی میں بیٹھی تو اس پر دہشت گردوں نے فائر کیے، زندگی بچ گئی، اس کے لیے ہم نے case کیا اور asylum کا case ہوا اور وہ آج کل امریکہ میں رہ رہے ہیں۔

کیاان کواس ملک نے یہ تحفہ بھی اس کے بعد دینا ہے کہ ان کے passports cancel کر دیں۔ اس طرح بالخصوص پشتون قوم اور بالعموم پورے پاکستانی شہری، جن کو یہاں زندگی گزارنی مشکل تھی، وہ یہاں سے مستی سے نہیں گئے۔ مستی سے کوئی نہیں گیا تھا۔ مستی والے توالحمدللہ ادھر بیٹھے ہیں کیونکہ سب سے زیادہ مستی تو اسلامی جمہوریہ پاکستان میں ہے، باہر کیا مستی ہے۔ وہ مجبوری سے گئے ہیں۔ یا بھوک کی خاطر گئے ہوں گے یا اپنے کپڑے کی خاطر گئے ہوں گے یا اپنے آپ کو بچانے کے لیے گئے ہوں گے اور ایک اور ملک انسانیت کی خاطر ان کے ساتھ یہ اچھائی کرتا ہے کہ ان کو اپنی شہریت دیتا ہے تو اپنا ملک ان کے ساتھ کیا کرتا ہے کہ چونکہ آپ نے ان کی شہریت لے لی ہے تو لہٰذا یہاں پر تو آپ زندگی بھی نہیں گزار سکتے تھے، روزگار بھی نہیں کر سکتے تھے، اب ہم آپ کے ساتھ یہ کرتے ہیں ہم آپ کا passport بھی cancel کر دیتے ہیں کہ آپ ادھر واپس آ بھی نہ سکیں۔

جناب، میں اس میں بطور پارلیمانی لیڈر عوامی نیشنل پارٹی شدید احتجاج کرتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ یہاں پر بیٹھے ہر مکتب فکر کے لوگ اس بات پر احتجاج کریں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ کے پاس جو بھی power ہے اس کو استعمال کرتے ہوئے اس policy کو واپس کروایا جائے۔ آپ کا بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: جناب تاج حیدر صاحب۔

Further discussion on the Finance Bill, 2024-25

Senator Taj Haider

سینیٹر تاج حیدر: شکریہ جناب چیئرمین ۔ میری کوشش ہو گی کہ میں اپنی گزارشات کو معاشی امور اور بجٹ تک محدود رکھوں۔ لیکن اس سے قبل میں ایک وضاحت کرنی ضروری سمجھتا ہوں۔ محترم سیف اللہ ابڑو صاحب نے فرمایا کہ ان کی اطلاع کے مطابق چیئرمین بلاول نے نواب شاہ اور لاڑکانہ کے ہسپتالوں کے لیے MRI کی درخواست کی ہے کہ وہاں MRI لگائی جائے اور پھر انہوں نے یہ مطالبہ بھی کیا کہ وہاں واقعی MRI لگائی جائے۔ میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ شاید ان کی معلومات درست نہیں ہیں۔ صحت صوبائی شعبہ ہے اور صحت کے اندر جو کچھ بھی کرنا ہے وہ صوبائی حکومت کو کرنا ہے۔

آج جو صوبہ سندھ میں صورت حال ہے، وہ یہ ہے کہ سرکاری شعبے میں مثالی ہسپتال کام کر رہے ہیں۔ صرف گمبٹ میں ہم آٹھ سو liver transplant مفت کر چکے ہیں۔ کراچی میں کینسر کا cyber knife کا treatment مفت ہو رہا ہے۔ اس وقت سندھ کے سرکاری ہسپتالوں میں ساٹھ فیصد مریض پاکستان کے باقی صوبوں سے آتے ہیں۔ بلوچستان میں سہولیات نہ ہونے کی وجہ سے ایک بڑی تعداد میں بلوچستان کے مریض سندھ میں آرہے ہیں اور خدا کے فضل سے ان کا بھی مفت علاج ہو رہا ہے۔

اب یہ بات کہ کہیں پر MRI machine کی ضرورت ہے اور MRI machine آج کل ایک کھلونا ہے، اور اگر بلاول صاحب اس چیز کو محسوس کر رہے ہیں تو انہیں صرف وزیر اعلیٰ سندھ کو کہنا ہے کہ آپ یہاں پر لگا دیں تو وہ وہاں پر لگ جائیں گی۔ جناب عالی، تو میں اس کی وضاحت ضروری سمجھتا تھا کہ یہ شاید غلط فہمی ہے اور کسی نے ان کو غلط اطلاع دی ہے۔

جناب، غلط فہمیاں پھیلتی جاتی ہیں اور ان کی تردید نہیں ہوتی۔ اور جب ہم نے منسٹر صاحب کی تقریر کو پڑھا تو پہلے ہی paragraph میں لکھا گیا ہے کہ یہ بجٹ کی دستاویز ہمارے چند سیاسی اکابرین اور سیاسی راہ نماؤں کی راہ نمائی میں تیار کی گئی ہیں۔ ان راہ نماؤں میں محترم بلاول بھٹو زرداری صاحب کا بھی نام لکھا گیا ہے۔ جناب عالی! یہ ایک ایسی دستاویز ہے کہ جس میں صرف ناکام policies کو دہرایا گیا ہے، ایک ایسی دستاویز ہے کہ جس کا زمینی حقائق سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے، اس کے ساتھ محترم بلاول بھٹو زرداری کا نام منسلک کرنا میری سمجھ کے مطابق ایک غلط الزام ہے اور میں پاکستان پیپلز پارٹی کی جانب سے اس الزام کی تردید کرتا ہوں۔

نہ صرف یہ کہ ان کی راہ نمائی ان دستاویز کو حاصل نہیں تھیں اور اگر حاصل ہوتیں تو یہ دستاویز کچھ اور ہوتیں۔ بلکہ یہ آپ سب اتنے دنوں سے اخبارات اور media میں بھی بیانات پڑھ رہے ہیں کہ پاکستان پیپلز پارٹی اور اس کی قیادت کو اعتماد تک میں نہیں لیا گیا کہ کیا بجٹ لایا جا رہا ہے۔ راہ نمائی تو ایک طرف اعتماد کا بھی وہاں فقدان ہے کہ بتایا تک نہیں گیا کہ بجٹ میں کیا لکھا گیا ہے۔

جناب چیئر مین ! اعتماد میں نہ لینے کی وجوہات ہیں اور وہ وجوہات نظریاتی ہیں۔ ہم ایک نظریاتی جماعت ہیں۔ شہید ذوالفقار علی بھٹو نے ہمیں معیشت کا ایک نظریہ دیا ہے جس کی ہم پیروی کرتے رہے ہیں اور جس کی ہم اشاعت کرتے رہے ہیں۔ اسی طریقے سے آگے چل کے یہ جو ہمارے دس نکات پچھلے سال ستائیس دسمبر کو دیئے گئے، یہ بھی ایک نئی سوچ کی عکاسی کرتے ہیں۔ ہمارے الیکشن کا manifesto بھی اسی نئی سوچ کی عکاسی کرتا ہے اور ہمارے یہ سارے documents نظریاتی documents ہیں۔ اس میں اور جو چیزیں بجٹ میں دی گئی ہیں، اس میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

جناب عالی ! بجٹ document صرف IMF کے گن گا رہا ہے اور یہ بتا رہا ہے کہ فلاں جگہ سے قرضہ مل جائے گا، فلاں جگہ سے قرضہ مل جائے گا اور اس بات پر between the lines خوشی کا اظہار کیا جا رہا ہے کہ IMF ہم سے راضی ہے اور IMF سے ہم ایک نئی extended fund facility حاصل کر لیں گے جس کے تحت پورے نظام کی restructuring ہو گی اور جس کے نقصانات ہم پہلے اٹھا چکے ہیں کیونکہ پہلے بھی ہم EFF میں گئے تھے۔

جناب عالی ! ہمارے ان documents میں IMF کا لفظ کسی ایک جگہ پر کیا کسی ایک line میں بھی استعمال تک نہیں کیا گیا ہے اور میں انہی پر کیا رکوں، صدر مملکت نے پارلیمان کو address کیا اور صدر مملکت کا موضوع تھا کہ کس طریقے سے ملک میں معاشی بحالی لائی جائے۔ انہوں نے اس پر کافی تفصیل سے بات کی لیکن کسی ایک جگہ پر بھی IMF کا نام نہیں ہے۔ اب اس اختلاف کو آپ کس طریقے سے سنبھال سکتے ہیں۔

ہم بجٹ میں دیکھتے ہیں کہ وہی نجکاری کے قصیدے پڑھے گئے ہیں۔ ہم نجکاری کسی بھی صورت میں قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ نجکاری اس ملک میں تباہی لا چکی ہے۔ سو سے زائد units ایسے ہیں جو بند ہو چکے ہیں اور جن کی زمینیں تک بک گئی ہیں۔ نجکاری نے ملک میں بے پناہ بے روزگاری پیدا کی ہے لیکن اس بجٹ میں نجکاری کے وہی ناکام منصوبوں کی بات کی گئی ہے۔ ہم یہ چاہتے ہیں ان ناکام منصوبوں کا چلایا جائے اور اگر ایک صنعتی منصوبہ حکومت نہیں چلا سکتی تو یہ سوچنا کہ

حکومت ملک چلا سکتی ہے تو میرے خیال سے یہ خام خیالی ہے۔ جناب عالی! وہی چالیس سالہ پرانی رٹ ہے کہ نجی شعبہ معیشت کو آگے لے کر جائے گا، private sector is the engine of growth, یہ بار بار دہرایا گیا ہے۔ اس کو دہراتے وقت یہ بالکل فراموش کر دیا گیا کہ اس وقت نجی شعبے کی ساڑھے آٹھ ہزار صنعتیں بند پڑی ہیں۔ ان صنعتوں میں زمین موجود ہے، ان میں عمارتیں موجود ہیں، اگر plants خراب ہو بھی گئے ہیں تو کیا ہوا کیونکہ ان کو بدلا بھی جا سکتا ہے لیکن ان بند صنعتوں کو کس طریقے سے چلایا جائے، اس کے لیے ایک لفظ بھی بجٹ دستاویز میں موجود نہیں ہے اور بار بار اس چیز کو دہرایا گیا ہے کہ private sector is the engine of growth اور private sector ملک کی معیشت کو آگے لے کر جائے گا۔

جناب! وہی پرانی theory ہے جو تمام دنیا میں fail ہو چکی ہے، وہی trickle down economy کی منطق ہے کہ پہلے امیر کو امیر کرو اور elite کو زیادہ پیسے کھلاؤ، gap کو بڑھاؤ اور اس کے بعد کبھی وقت آئے گا کہ وہ trickle down کے فوائد کچھ غریب تک پہنچ جائیں گے، ان کو بار بار دہرایا گیا ہے۔ یہ بات کہیں نہیں کی گئی کہ کوئی people friendly policy لائی جائے جس میں براہ راست ملک کے عوام، محنت کشوں اور غریبوں کا فائدہ کر دیا جائے۔ بار بار وہی پرانی منطق ہے کہ حکومتوں کو کاروبار نہیں کرنا چاہیے۔ اڑھائی سال پہلے حکیم ارسطو نے کہا تھا کہ حکومت کرنے والوں کو کاروبار نہیں کرنا چاہیے، یہ اس لیے کہا گیا کہ وہ جو policy بنائیں گے، وہ ان کے مفاد میں ہو گی۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ جو حکومت میں ہیں، وہ کاروبار کر رہے ہیں اور حکومت بذات خود کاروبار نہیں کر رہی، یہ جو بات کہی جاتی ہے، وہ صرف اس لیے کہی جاتی ہے کہ حکومت کو کاروبار سے الگ رکھا جائے اور نجی شعبے کو کھلی چھٹی دی جائے کہ وہ جس طریقے سے چاہے عوام کا استحصال کرے اور اپنی monopolies قائم کرے۔

جناب! مارکیٹ economy کی ایک نئی منطق ہے جو Chicago سے آئی ہے کہ market economy, market forces shall determine. کیا وہ زمینی حقیقت سے واقف ہیں کہ اس وقت مارکیٹ پر کون حاوی ہے، ایک زمانہ تھا کہ صنعت کار یہاں پر ضرورت کی اشیاء بناتے تھے اور جو چیزیں import ہوتی تھیں، ان کی substitution کی جاتی

تھی۔ Importers کی lobby پھر آگے بڑھی اور importers کی lobby وہ policies لے کر آئی اور جو چیزیں ملک میں بنائی جاتی تھیں، ان کی manufacturing بند کر کے وہی چیزیں import کی جانے لگیں اور مارکیٹ importer کے ہاتھ میں چلی گئی۔ اس وقت مارکیٹ importer کے ہاتھ میں بھی نہیں ہے، مارکیٹ smuggler کے ہاتھ میں ہے۔ Smuggling کے خلاف بات کی جاتی ہے کہ smuggling کے خلاف یہ اقدامات کریں گے، ہم یہ قانون بنائیں گے اور اس طریقے سے اس کی حوصلہ شکنی کریں گے۔ جناب! Smugglers policy بنا رہے ہیں، میں آپ سے سیدھی اور واضح بات کرنا چاہ رہا ہوں، اگر آپ کو smuggling سے نجات حاصل کرنی ہے تو اس کے مقابلے میں کوئی policy بنائی جائے اور وہ policy صرف یہ ہوگی کہ ملک میں manufacturing بڑھائی جائے اور جو چیزیں ملک میں لائی جارہی ہیں، ان کو economic measures سے روکا جائے۔

جناب! یہ بات کی جارہی ہے کہ ہم باہر سے سرمایہ لائیں گے، یہ بھی ایک الٹی منطق ہے، لوگوں کو ٹرک کی بتی کے پیچھے لگایا جارہا ہے کہ دوڑتے رہو۔ ہم سنتے آئے ہیں کہ باہر سے سرمایہ کاری آئے گی اور ملک کی قسمت بدل جائے گی لیکن ابھی تک باہر سے سرمایہ کاری نہیں آئی ہے۔ آخر کار کامیاب تجربات کی پیروی کیوں نہیں کی جاتی، 1950 میں PIDC بنائی تھی، شہید ملت لیاقت علی خان نے ملک میں 94 mega منصوبے لگائے اور ان کا یہ فلسفہ تھا کہ ہمارے جو پسماندہ علاقے ہیں، ان میں وہ صنعتیں لگائی جائیں جو باہر سے چیزیں درآمد ہورہی ہیں، ان کی imports substitution کی جائے، وہ ملک میں بنائی جائیں اور لوگوں کے لیے روزگار پیدا کیا جائے، PIDC نے 94 منصوبے بنائے۔ 1950 میں ایک ایسے وقت میں PIDC بنائی گئی جب حکومت پاکستان کے پاس تنخواہ دینے کے لیے پیسے نہیں تھے۔

جناب! ایک ایسا وقت آیا جب ملک ٹوٹ گیا اور ملک بالکل برباد ہو چکا تھا اور تباہی کے کنارے پر پہنچ چکا تھا۔ شہید ذوالفقار علی بھٹو نے اس وقت ملک کی باگ ڈور سنبھالی، ہمارے ہاتھ میں کچھ نہیں تھا لیکن ہم نے Steel Mills بنائی، ہم نے port Qasim بنایا، ہم نے Heavy Mechanical Complex بنایا اور ہم نے کامرہ Complex بنایا اور ملک میں

کاروبار کے بے شمار مواقع پیدا کیے۔ ہم نے ملک میں tax revenue کو بڑھایا، اس وقت شہید ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں public sector کی investment تھی، وہ 12% of GDP تھی۔ اس وقت public sector 2% of the GDP میں invest نہیں کر رہے ہیں۔

جناب! یہ کہنا کہ ہمیں باہر کی investment آگے لے جائے گی، میرے خیال میں یہ ایک خام خیالی ہے اور ہم اپنے آپ کو دھوکا دیتے رہیں گے۔ اسی Monitory Policy کی بات کی گئی ہے جو باہر سے درآمد کیا گیا اور کہا گیا ہے کہ آپ Monitory Policy کے ذریعے مہنگائی control کر لیں گے۔ اس چیز کو فراموش کر دیا گیا ہے کہ ہماری problem demand side پر نہیں ہے، وہ problem supply side پر ہے۔ Monitory Policy ہے اور interest rate کو بڑھایا گیا ہے، اس نے ہمارے ملک کو ایک بہت بڑی مشکل کے اندر پہنچا دیا ہے، اس کی وجہ سے جو پیداواری لاگت آگے بڑھی ہے، اس سے نہ صرف مہنگائی آگے بڑھی ہے بلکہ ہماری صنعت اور کاروبار بھی 22% and 25% کا متحمل نہیں ہو سکتا۔

جناب! کہا گیا ہے کہ ہم ملک کو آگے لے کر جائیں گے لیکن آپ ملک کو آگے کیسے لے کر جائیں گے، اگر آپ کی Monitory Policy آپ کو مجبور کر رہی ہے کہ حکومت 60 trillion سے زیادہ قرضے لے جن پر rate of interest 22% and 25% ہے۔ آپ کا جتنا revenue ہے، اس سے کہیں زیادہ internal debt پر اس کی payment ہے اور آپ اس صورت میں اپنے بجٹ کو balance نہیں کر سکتے۔ پاکستان پیپلز پارٹی ملک کو قرضوں سے نجات دلانا چاہتی ہے اور پاکستان پیپلز پارٹی ملک کی production بڑھانا چاہتی ہے، پاکستان پیپلز پارٹی ملک کے قدرتی وسائل سے کام لینا چاہتی ہے اور ان کو بڑھاوا دینا چاہتی ہے۔ پاکستان پیپلز پارٹی پاکستان کے human resources کے skills کو بڑھا کر اور ملک میں سرمایہ لگا کر آگے لے جانا چاہتی ہے۔ اس کی سب سے بڑی مثال ہمارے تھر کا project ہے کہ ہم نے تھر کے project میں پہلے 54% equity حکومت سندھ نے رکھی۔ اس کے بعد private sector نے equity رکھی اور ہم نے تھر کا منصوبہ کامیابی کے ساتھ وقت سے پانچ ماہ پہلے مکمل

کیا اور جس وقت وہ منصوبہ مکمل ہوا۔ اس کے بعد foreign investment کی line لگ گئی اور اس وقت تھر میں foreign investment کے ذریعے 4000 megawatts بجلی پیدا کی جا رہی ہے اور ہماری پیداواری لاگت تھر میں 4 روپے فی unit آ رہی ہے اور یہ اور بات ہے کہ ہمیں 45 and 50 روپے فی یونٹ ادا کرنے پڑ رہے ہیں جس کی وجہ صرف اور صرف بدانتظامی ہے۔

جناب! سب کچھ کیا جائے، آپ جو بجٹ دینا چاہتے ہیں، وہ دیں لیکن آئین کا خیال رکھا جائے اور آئین کو توڑا نہ جائے۔ ہمارا جو عوامی معاشی معاہدہ ہے، اس پر توجہ دلائی تھی کہ اٹھارہویں ترمیم کے بعد 17 divisions ایسے ہیں جو صوبوں کو منتقل ہونے چاہئیں اور 17 Divisions منتقل کرنے کے بعد ہم 328 ارب روپے کی اپنے بجٹ میں بچت کر سکیں گے۔

جناب عالی! حکومت پر IMF کا دباؤ تھا کہ آپ سرکاری اخرجات کم کریں اور سرکاری اخراجات کم کرنے کے لیے ایک Austerity Committee بنائی گئی، یہ میں بہت اہم بات عرض کر رہا ہوں اور آپ سب کی توجہ چاہتا ہوں۔ Austerity Committee بنائی گئی اور اس کمیٹی نے خوش قسمتی سے وہی فارمولہ اٹھایا جو کہ عوامی معاشی معاہدے کے اندر ہم نے نئی سوچ کے تحت دیا تھا اور انہوں نے یہ سفارش کی کہ 17 Divisions کو بند کیا جائے اور جو 46 ادارے ان سے منسلک ہیں انہیں بند کیا جائے اور صوبوں کو منتقل کیا جائے۔ ان کی calculation کے حساب سے جو non-salaried budget تھا اس کے اندر 34 ارب روپے کی بچت ہو گی، اس میں salaried budget نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: تاج حیدر صاحب اگر آپ مختصر کر لیں۔

سینیٹر تاج حیدر: جناب میں مسکین آدمی ہوں، ویسے ہی ختم کر رہا ہوں۔ جناب بہت سی چیزیں ہیں لیکن میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آئین کی خلاف ورزی نہ کی جائے، ہمیں آئین کے تحت یہ Divisions devolve کرنے ہیں اور میں مطالبہ کروں گا کہ یہ recommendation ہے اور اسے رکھا جائے۔ اسی طریقے سے NFC Award ایک آئینی ضرورت ہے۔ اسے مسلسل

نظر انداز کیا جا رہا ہے اور مجھے اس تقریر میں جو خطرناک بات نظر آئی وہ یہ ہے کہ ایک متوازی ایوارڈ بنایا جا رہا ہے اور اس متوازی ایوارڈ کو National Fiscal Pact کا نام دیا جا رہا ہے، NFC کے اندر بھی آپ صوبوں کو مجبور کرتے تھے کہ وہ پیسے بچائیں اور پیسے بچا کر واپس دیں اور ان کو ان کا صحیح حصہ نہ ملے۔ یہ جو آپ National Fiscal Pact بنا رہے ہیں یہ ایک متوازی ایوارڈ ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ آئین کی کھلی خلاف ورزی ہے۔

جناب عالی! اس ایوان میں ایک متفقہ قرارداد ہم نے pass کی تھی کہ ہر industrial zone کے اندر ایک solar park بنایا جائے اور جو electricity بنا رہے ہیں انہیں یہ استحقاق دیا جائے کہ وہ صارفین کو براہ راست بجلی فراہم کر سکیں اور یہ چھ یا سات روپے یونٹ کی بجلی انڈسٹری کو دینی تھی، یہاں پر یہ قرارداد متفقہ طور پر pass ہوئی تھی۔ اس پر کوئی کام نہیں کیا گیا ہے۔ اس بجٹ میں بھی آپ نے کہا ہے کہ ہم solar energy develop کریں گے۔ جناب solar energy develop کرنے پر پیسے خرچ کرنا اپنی جگہ ہے لیکن کیا آپ یہ اجازت دیں گے کہ جو لوگ solar park لگا رہے ہیں یا renewables لگا رہے ہیں وہ براہ راست صارفین کو بجلی دے سکیں یا انہیں مجبور کریں گے کہ وہ اسی national grid کے اندر جس کے اندر اتنے زیادہ losses ہیں وہ اسے ہی بجلی دیں۔ مجھے اس دن یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ پچاس سے زیادہ industrial units ایسے ہیں جنہوں نے اپنے solar parks لگائے ہوئے ہیں اور کوئی ٹوٹل 350 megawatt بجلی پیدا کر رہے ہیں۔ صرف ایک cement industry ایسی ہے جس نے 70 megawatt کا پلانٹ لگایا ہے۔

میں گزارش کروں گا کہ گوادر کے coal plants کی جگہ solar park لگایا جائے جو کہ آدھی قیمت پر لگ جائے گا، نہ صرف آدھی قیمت پر لگے گا بلکہ جہاں آپ 450 dollar per ton کا کوئلہ درآمد کرکے اسے چلائیں گے اس کی جگہ صرف سورج کی شعائیں ہوں گی جو کہ ہمیں مفت میں حاصل ہیں۔ غریب علاقوں میں جو لوڈشیڈنگ ہو رہی ہے اس کی طرف بھی توجہ دلانا چاہوں گا۔ غریب علاقوں میں صرف لوڈ شیڈنگ اس لیے ہو رہی ہے کہ ان کے گھر چھوٹے ہوتے ہیں اور ان کے بل کا tariff کم ہوتا ہے اس لیے وہ سستی بجلی کے خریدار ہیں، وہ بل دیں یا نہ دیں ان کا

بل سستے rate پر ہوتا ہے۔ آپ سولہ سولہ گھنٹے، اٹھارہ اٹھارہ گھنٹے بجلی غریب علاقوں میں روکتے ہیں جس کا کوئی قانونی جواز نہیں ہے، ہاں جس نے بل نہیں دیا ہے آپ ضرور اس کے گھر کی بجلی کاٹیں لیکن جو بل دے رہا ہے اسے سزا دینے کا آپ کا کوئی استحقاق نہیں ہے۔ آپ امیر علاقوں کے اندر وہی بجلی 50-45 روپے کی بیچتے ہیں جو آپ غریب علاقوں سے بچاتے ہیں۔

میں یہ چاہوں گا کہ ہمیں کام کرنے دیا جائے۔ ہمارے کاموں کو نہ روکا جائے، میں ایک سے دو منٹ اور لوں گا۔ تھر ریلوے کا منصوبہ ہے، ہم 38 dollar per ton کے حساب سے تمام ملک کے power plants جو کہ coal پر چل رہے ہیں انہیں کوئلہ دینا چاہتے ہیں، آپ 450 dollar per ton کے حساب سے ان بجلی گھروں کا چلا رہے ہیں۔ آپ نے رکاوٹ کھڑی کر دی، ہر چند کہ سندھ حکومت نے یہ کہا کہ ہم اپنے پیسوں سے اس ریلوے کو تعمیر کریں گے۔ اس میں زیادہ خرچہ نہیں ہے، صرف 33-32 بلین کا ہے، سندھ حکومت خود اسے کر لے گی اور ہم یہ ریلوے بنا لیں گے تو یہ پالیسی بنائی جائے کہ اس ریلوے کو سندھ حکومت بنائے۔

دوسری طرف ہمارا coal gasification کا منصوبہ ہے۔ Coal gasification کی مدد سے ہم تھر کول سے fertilizer کو بنائیں گے۔ ہماری 50 کلو کے یوریا کے بیگ کی پیداواری لاگت 450 روپے آ رہی ہے اور 800 روپے فی بیگ DAP پر آ رہی ہے۔ کیا مارکیٹ میں جو یوریا 4000-3500 روپے میں مل رہا ہے اس کی جگہ یہ 450 روپے فی بیگ کا یوریا آپ کو پسند نہیں ہے۔ چار سال ہو گئے ہیں، حکومت سندھ تین drafts بھیج چکی ہے کہ اس پالیسی کو منظور کیا جائے یا اگر اس میں کوئی ترمیم یا تنسیخ کرنی ہے تو کریں تاکہ یہ منصوبہ شروع کیا جا سکے۔ دو سال کے اندر اندر یہ منصوبہ 2.60 million ton یوریا پیدا کرے گا جو ملک کی تمام یوریا کی ضروریات کو پوری کرے گا۔ وہاں سے جو گیس بنائی جائے گی ہر چند کہ main gas line 175 کلومیٹر دور ہے لیکن اسے main pipeline میں ڈال کر گیس کی قیمت کو نیچے سے نیچے لایا جا سکتا ہے اور اس کے لیے انتظامات کیے جا سکتے ہیں۔

جناب عالیٰ! تقریر میں وزیر خزانہ نے کہا ہے کہ ہمارے options بہت محدود ہیں۔ آخر محدود options کیا ہوتے ہیں۔ جناب آخر آزادی کسے کہتے ہیں، what is freedom,

except the availability of options, اگر آپ کے پاس options نہیں ہیں تو آپ کہیے کہ آپ غلام ہو چکے ہیں، آپ اس بات کو تسلیم کیجیے۔ ہم نے اپنے دس نکات اور election manifesto کے اندر آپ کو دسیوں options دیے ہیں کہ آپ ان کے سامنے بغیر ہاتھ پھیلائے ہوئے اس کو ترقی دینے کے آپ کے پاس options موجود ہیں لیکن اگر آپ کی choice یہ ہے کہ آپ دوسروں کی طرف دیکھتے رہیں گے تو پھر مجھے علامہ کا وہ شعر یاد آتا ہے کہ:

پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی وہ بات
تو جھکا جب غیر کے آگے نہ تن تیرا نہ من

یہ شکایت کرنی کہ ہمارے پاس options موجود نہیں ہیں، یہ سراسر غلط ہے، options ہمارے پاس موجود ہیں، وہ آپ کو لکھی ہوئی شکل میں دیے جا چکے ہیں، آپ نے ان پر توجہ دینی مناسب نہیں سمجھی، آپ نے بجٹ پر ہمیں اعتماد میں لینا بھی مناسب نہیں سمجھا۔ میں ایک مرتبہ پھر بڑی عاجزی سے یہ کہوں گا کیونکہ یہ ملک کا معاملہ ہے اور ملک کو ہمیں آگے لے جانا ہے کہ آپ ان options پر غور کریں اور ان options پر غور کرنے کے بعد یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم ہر بات صحیح کہہ رہے ہیں لیکن یہ کہ ان پر discussion ہونا چاہیے، ان کے سامنے views آنے چاہییں، کوئی نہ کوئی طریقہ کار نکالنا چاہیے لیکن پہلی بات یہ ہے کہ آپ فیصلہ کریں کہ آپ غیروں کے آگے ہاتھ نہیں پھیلائیں گے اور آپ خود انحصاری کی طرف جائیں گے اور خود انحصاری کے لیے اگر کوئی تجاویز دی جا رہی ہیں تو ان پر غور کیا جائے گا۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ، تاج حیدر صاحب۔ جی سیف اللہ ابڑو صاحب۔

سینیٹر سیف اللہ ابڑو: جناب چیئرمین! میں نے آپ کو زحمت اس لیے دی کہ ایک چیز میری ذات سے متعلق کہی گئی، میں ایک منٹ کے لیے اس کی وضاحت کرنا چاہتا تھا۔ تاج حیدر صاحب میرے بڑے ہیں، میرے والد صاحب کی عمر کے ہیں، میرے بابا سے ایک سال، دو مہینے پانچ دن بڑے ہیں۔ میں speeches میں ان کی کافی عزت بھی کرتا ہوں، میں نے انہیں tribute بھی دیا ہے لیکن مجھے ایک بات کا بہت افسوس ہوا، انہوں نے کہا کہ میری regarding two

speech hospitals غلط تھی۔ بات یہ ہے کہ میں لاڑکانہ سے belong کرتا ہوں، میں نے نواب شاہ سے engineering پڑھی ہے۔ لاڑکانہ کا LINAR Hospital and NORIN Hospital under Nuclear Department آتے ہیں، وہ Ministry of Defence اور وفاق میں آتے ہیں۔ مجھے اس سے یہ کوئی نہیں ہے کہ صوبائی حکومت نے جتنا کیا، اچھی بات ہے، بے شک کریں لیکن یہ وفاقی ادارے ہیں اور Ministry of Defence میں آتے ہیں۔ میں نے تو اپنے علاقے کی بات کی۔

جہاں تک بات ہے کہ اگر بلاول صاحب نے اس کی demand نہیں کی تو میں تمام دوستوں کو کہتا ہوں کہ یہ demand کرنی چاہیے، یہ بجٹ میں آنی چاہیے، غریب عوام کو فائدہ ہو گا۔ یہاں اگر اچھی بات بھی کریں، وہ کسی کو تکلیف دیتی ہے تو اس پر افسوس ہوتا ہے۔ ہاں! جہاں تک بات ہے کہ حکومت نے مشورہ نہیں مانگا، جیسے تاج حیدر صاحب نے کہا کہ حکومت نے بجٹ پر ان سے تو مشورہ ہی نہیں مانگا۔ میں اس پر افسوس کر سکتا ہوں، میں آپ سے یکجہتی کا اظہار بھی کر سکتا ہوں کہ آپ سے مشورہ لینا چاہیے تھا۔ نمبر ۲۔ مجھے امید بھی ہے کہ بجٹ میں پیپلز پارٹی حکومت کو ووٹ بھی نہیں دے گی، جب تک آپ سے وہ مشورہ نہ کرلیں، امید ہے کہ بجٹ pass بھی نہیں ہو گا۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین! ایک statement آئی ہے کہ non-filers travel نہیں کر سکتے۔ جناب والا! پاکستان کے عوام حج اور عمرہ کے لیے جاسکتے ہیں plus جو طالب علم ہیں۔ جناب! حج اور عمرہ اپنی جگہ پر لیکن زیارات پر ایران، عراق اور شام اتنے لوگ جاتے ہیں، وہ لوگ تو پھر نہیں جاسکیں گے۔ اس کو تھوڑا دیکھیں کہ اگر ایسی policy ہے تو اسے change کیا جائے۔

(مداخلت)

Mr. Deputy Chairman: Order in the House.

سینیٹر سیف اللہ ابڑو: جناب چیئرمین! مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ میں واحد سینیٹر تھا جس کی تقریر میں آپ نے مجھ سے دس مرتبہ کہا کہ آپ بیٹھ جائیں۔ مجھے خوشی ہوئی کی میرے بعد چار لوگوں نے تقاریر کیں، آپ ایک مرتبہ بھی نہیں بولے، آپ کے صبر کو سلام ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ record نکال لیں۔

سینیٹر سیف اللہ ابڑو: جناب چیئرمین! ایک سینیٹر کے ساتھ ایسا رویہ نہیں ہونا چاہیے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: اس سے پہلے ایمل ولی صاحب نے وزارت داخلہ کے notification کے حوالے سے یہاں بہت اہم نوعیت کا معاملہ اٹھایا تھا۔ لہٰذا میں Senate Secretariat کو ہدایت کرتا ہوں کہ اس ضمن میں وزارت داخلہ سے report لی جائے کہ اس notification کو جاری کرنے کی کیا وجوہات ہیں؟ اس کے متعلق ممبران اور ایوان کو آگاہ کیا جائے۔ سینیٹر جان محمد صاحب! نیشنل پارٹی کے پارلیمانی لیڈر۔

Senator Jan Muhammad

سینیٹر جان محمد: شکریہ، جناب چیئرمین! میں کچھ کہنے سے قبل یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تاج حیدر صاحب نے بجٹ کے حوالے سے جو باتیں کی ہیں، میرے اندازے اور علم کے مطابق انہوں نے بہت مناسب باتیں کیں۔ انہوں نے بہت مناسب تجاویز سامنے رکھیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے بجٹ کے حوالے سے بہت مؤثر باتیں کیں اور ان کی تمام باتیں بجٹ کے ارد گرد ہی تھیں اور انہوں نے proposals دیں۔

جناب والا! اس وقت پاکستان کی اقتصادی بدحالی کی جو صورت حال ہے، میں سمجھتا ہوں کہ بنیادی طور پر غیر جمہوری قوتیں جب جب اس ملک پر قابض رہی ہیں، انہوں نے یہاں کی معیشت کو برباد کیا۔ رہی سہی کسر یہ نکلی کہ پاکستان میں جب بھی حکومتوں اور انتخابی عمل میں مداخلتیں ہوئیں اور زبردستی حکومتیں قائم کرنے کا جو رواج بنا، انہوں نے اس کو زیادہ ہی خراب کر دیا۔ ہم پاکستان کی معیشت یا آج کے Budget Session پر اگر بات کریں تو تعجب ہوگا۔ جو بجٹ پیش کیا

گیا وہ 18877 billion کا بجٹ ہے۔ پاکستان میں شاید پہلی مرتبہ ہے کہ 18877 billion کے بجٹ میں 8500 billion کا خسارہ دکھایا گیا ہے۔ اب اس خسارے کو کیسے پورا کیا جا سکتا ہے اور پاکستان کے اتنے اخراجات کو کیسے پورا کیا جا سکتا ہے؟ جہاں تک FBR نے وصولی کا جو تخمینہ دیا ہے وہ 12970 billion کا ہے۔ یہ 12970 billion گزشتہ سال سے 38% زیادہ ہے۔ وہ اسے کیسے حاصل کریں گے؟ اگر وہ اسے حاصل کرنے میں کامیاب بھی ہوئے تو وہ 12970 billion ہوں گے، باقی کے کیسے پورے کریں گے؟ اس بجٹ میں آپ دیکھیں کہ صوبوں کا حصہ 7438 billion ہے، ہم قرضوں کی ادائیگی پر 9775 billion دے رہے ہیں۔ ترقیاتی پروگرام کے لیے ہم نے 1500 billion رکھے ہیں۔ ہم نے pension کی ادائیگی کے لیے 1014 billion رکھے ہیں۔ اگر ہم انہیں جمع کریں تو یہ 19729 billion بنتے ہیں، یعنی 8000 billion کے خسارے کا جو بجٹ پیش کیا گیا ہے یہ اس سے بھی زیادہ ہے۔ میں نہیں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے یہ بجٹ کیسے پیش کیا؟ اس میں انہوں نے جتنے بھی indicators دیے ہیں یا جتنی بھی tax schemes دی ہیں، ان سے کہیں ایسا نہیں لگ رہا کہ اس ملک کو بہتر کرنے کی کوئی strategy ہے، کوئی policy ہے یا واقعتاً وہ ملک کو اس مہنگائی کی دلدل سے نکالنا چاہتے ہیں، بے روزگاری سے نکالنا چاہتے ہیں اور اس ملک کو اقتصادی طور پر خوش حال اور خود مختار بنانے کی کوئی policy ہے۔

جناب والا! اس میں زیادہ تر وہ باتیں ہیں جن کی طرف تاج حیدر صاحب نے اشارہ کیا کہ ہماری پوری توجہ IMF کی طرف ہے اور دوسری privatization کی طرف ہے، یعنی ہم اپنے ادارے بیچ کر کھانا چاہتے ہیں۔ اس ملک کے وہ ادارے جنہوں نے اس ملک کو بنایا ہے، جنہوں نے اس ملک کو چلایا ہے، آج ہم انہیں بیچنے کی طرف جا رہے ہیں۔ ہم نے اس بجٹ میں تمام subsidies واپس لی ہیں۔ یہ subsidies کس کے لیے تھیں؟ ہم نے وہ تمام subsidies جہاں بھی تھیں، ہم نے انہیں واپس لیا ہے جبکہ ہم نے retailers پر tax لاگو کر دیا ہے۔ آپ مجھے بتائیں کہ آپ ایک retailer پر tax لگائیں گے، وہ tax کس کو جاتا ہے، retailer نے اپنی جیب سے تو وہ نہیں دینا ہے، وہ tax عام آدمی پر جائے گا جو کہ خریدار ہے۔ ہم نے گھما پھرا کر بجٹ میں سارا بوجھ عوام پر ڈالنے کی کوشش کی ہے۔

جناب والا! آپ دیکھیں کہ کاغذ پر tax لگایا گیا ہے، کاغذ سے کیا بنتا ہے، اخبارات کاغذ استعمال کرتے ہیں، کاغذ سے کتابیں چھپتی ہیں، کاغذ سے سکول چلتے ہیں، کاغذ سے ہمارے ادارے چلتے ہیں، کاغذ کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ اس کا غلط استعمال کیا جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ اخبارات کی industry کو مشکلات میں ڈالنے کی طرف جارہے ہیں۔ آج ہم اپنے بچوں کے لیے جو کتابیں خرید رہے ہیں، ان کی قیمتوں کا تعین کیسے ہوتا ہے؟ وہ تو انہی اخبارات اور اخراجات سے ہوتا ہے۔ ہم جب اس پر tax لگائیں گے، ہم کل جو کتابیں ایک ہزار روپے میں لیتے تھے، پرسوں وہی کتابیں اڑھائی ہزار کی ہو جائیں گی۔ اس کے اثرات براہ راست عوام پر آئیں گے۔

جناب والا! پٹرولیم مصنوعات کو دیکھیں، Petroleum Levy کو ہم نے مزید 20% بڑھا دیا ہے۔ ہم پہلے ہی 60% وصول کر رہے تھے، بجٹ میں ہم نے مزید 20% بڑھا دی ہے۔ اس 20% کے بڑھنے سے پٹرولیم مصنوعات کی قیمتیں اوپر جائیں گی، اس کا کیا اثر پڑے گا؟ اس کا اثر یہ پڑے گا کہ transport کے کرائے بڑھ جائیں گے، عام آدمی متاثر ہوگا اور عام آدمی پر یہ tax براہ راست جارہا ہے۔

میں نہیں سمجھتا کہ اس پورے scenario میں یا اس پورے budget میں عوام کے لیے بھی کچھ رکھنے کی کوشش کی گئی ہے بلکہ صرف حکومت چلانے، قرضوں کو پورا کرنے، حکومتی اخراجات کو پورا کرنے کے لیے ایک strategy ضرور نظر آرہی ہے لیکن یہ کہیں نظر نہیں آرہا کہ عوام کے روزگار کے ذرائع کیا ہوں گے؟ عوام کو کہاں relief ملے گا؟ تعلیمی نظام کیسے بہتر ہوگا؟ Health sector کو کیسے support کریں گے؟ ایسا کہیں بھی کچھ نظر نہیں آرہا ہے۔

ایک چیز آبی وسائل ہے۔ آبی وسائل کی ترقی کے لیے یا اس کی development کے لیے 210 billion رکھے گئے ہیں۔ 210 billion میں دیکھیں آپ کے پاس جگہ کہاں ہے؟ آپ کو ان وسائل کو بہتر کرنے کی ضرورت ہے یہ 210 ارب کم ہیں کیونکہ آپ کے پاس مقامی صنعت کیا ہے؟ اس وقت سب سے زیادہ لوگوں کا گزارہ زراعت سے ہے۔ یہ بات درست ہے کہ اس کا GDP میں 25% حصہ ہے لیکن مجموعی طور پر ملک میں 70% لوگوں کا گزر بسر زراعت سے ہے ان کے لیے آپ کو کہیں بھی کچھ نظر نہیں آرہا ہے۔ Tractors خریدو گے تو اس میں بھی اضافہ کیا

گیا ہے، کھاد میں اضافہ کیا گیا ہے ہر چیز میں اضافہ کیا گیا ہے اور پھر آپ یہ بھی سوچ رہے ہیں کہ زرعی tax بھی لگائیں گے۔ زراعت آپ کا وہ محکمہ ہے جس کا پاکستان کے 70% حصے کی گزر بسر ہو رہی ہے۔

ہم جب ملک میں policy بنانے بیٹھتے ہیں تو ہماری توجہ عوام سے زیادہ وہ ان factors پر ہوتی ہے کہ ہم اپنے اخراجات کیسے پورے کریں گے بجائے اس کے کہ ہم یہ دیکھیں کہ ہم عام لوگوں کو کیسے relief دے سکتے ہیں۔ ہمارے پاس جہاں تک 210 billion ہے اس کی تقسیم بھی مناسب نہیں ہے۔ اس میں بلوچستان کے لیے صرف ایک scheme ہے وہ ہے کچھی کنال۔ کچھی کنال ایک ongoing scheme ہے کوئی نئی scheme introduce نہیں کرائی۔ اس کے لیے صرف دس ارب روپے رکھے گئے ہیں میرے خیال سے یہ بہت کم رقم ہے اس میں اضافہ کرنے کی ضرورت ہے۔

کچھی کنال بلوچستان کا ایک اہم منصوبہ ہے جس سے لاکھوں لوگوں کا روزگار وابستہ ہو سکتا ہے۔ Benazir Income Support Programme کی بات ہے اس میں کچھ بہتری کی گئی ہے۔ اس میں 27% کا اضافہ کیا گیا ہے لیکن Benazir Income Support Programme کو مزید بڑھانے کی ضرورت ہے۔ اس کے لیے 593 billion رکھے گئے ہیں ان میں اضافہ کرنے کی ضرورت ہے اور اس کا جو طریقہ تقسیم ہے اس کو ٹھیک کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ دنیا میں ہر جگہ دیکھیں، ایران ہمارے ساتھ ہے ہمارا قریبی ملک ہے وہاں لوگوں کو relief دی جاتی ہے، مالی relief دی جاتی ہے لیکن آپ حیران ہوں گے کہ کسی کو کانوں کان پتا نہیں چلتا ہر ایک کا fund اس کے account میں پہنچ جاتا ہے۔ اس کو کسی line میں لگنے کی ضرورت نہیں پڑتی، اس کو کہیں ہاتھ پھیلانے کی ضرورت نہیں پڑتی، اس کو چار چار گھنٹے دھوپ میں بیٹھنے کی ضرورت نہیں پڑتی ہے۔ پروگرام ٹھیک ہے لیکن اس کا جو طریقہ کار ہے اس کو مزید ٹھیک کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کا کچھ ایسا حل نکالا جائے کہ لوگوں کو line میں نہ کھڑا ہونا پڑے بلکہ ان کو گھر بیٹھے ہی چیزیں میسر ہو جائیں۔

Budget میں 10000 journalists کے لیے جو scheme ہے میرے خیال میں یہ مناسب ہے اگر حکومت اس کو اور بڑھا سکتی ہے تو ضرور بڑھانا چاہیے۔ ہمارے لیے اس وقت سب سے اہم مسئلہ بلوچستان کے borders ہیں۔ ہم یہ سوچ رہے ہیں کہ ہمیں کہاں سے منافع آئے گا؟ پاکستان کہاں سے tax collect کر سکتا ہے؟ پاکستان کے لیے tax collection کے ذرائع موجود ہیں لیکن وہ ان کو develop نہیں کر سکا ہے۔ ہمارے پاس چمن بارڈر ہے آپ نے چمن بارڈر بند کر دیا ہے، تفتان بارڈر کے راستے یا جو system ہے وہ کمزور ہے۔ آپ کے پاس مند ردیک بارڈر ہے جس کے لیے راستہ نہیں ہے۔ آپ کے پاس 250 جیونی بارڈر ہے اس میں بھی hurdles create کر رہے ہیں۔ باقاعدہ ایک کاروبار ہو رہا تھا اس کاروبار کو متاثر کیا گیا ہے۔

پنجگور بارڈر ہے اس میں LPG اور دوسرے ذرائع کو آنے نہیں دیا جا رہا ہے۔ آپ جب tax کی بات کرتے ہو عام لوگوں پر tax لگانے کی کیا ضرورت ہے۔ آپ کے پاس اتنے borders ہیں آپ ان میں راستہ نکالیں اور لوگوں کو کاروبار کرنے دیں۔ آپ نے کیا کیا ہے؟ پورے چھ، سات مہینوں سے چمن بارڈر بند کر دیا ہے۔ ہزاروں لوگ وہاں دھرنا دیے بیٹھے ہیں لیکن حکومت کے کانوں میں جوں نہیں رینگتی۔ ان کا مسئلہ کیا ہے، smuggling کے نام پر ہمارے لوگوں کو ہراساں کیا جاتا ہے۔ کون سی smuggling کی بات کر رہے ہو لوگ اپنے کاروبار کرتے ہیں۔

آپ کا پورا زور tax پر ہے یہ ایک ایسا کاروبار ہے جو وہاں کے مقامی لوگ کر رہے ہیں اس کی کوئی ایسی حیثیت نہیں ہے کہ اس پر tax لگایا جائے اور اس کو tax net میں لے کر آئیں۔ لیکن آپ دیکھیں اس کاروبار سے آپ کے ملک کے کتنے لوگ جڑے ہوئے ہیں۔ تربت میں کاروبار ہو رہا ہے اس میں 25 lac لوگ صرف کیچ کے جڑے ہوئے ہیں۔ گوادر سے کاروبار ہو رہا ہے وہاں بھی بارہ لاکھ سے زیادہ لوگ یہ کاروبار کر رہے ہیں۔ چمن میں کاروبار ہو رہا تھا وہاں تیس لاکھ سے زائد لوگ کاروبار کر رہے تھے۔ اسی طرح تفتان، پنجگور ہے آپ روز بہ روز اس کاروبار کو خراب کر رہے ہیں۔ آپ نے مشکلات پیدا کر دی ہیں۔ ابھی پچھلے دنوں آپ نے دیکھا کہ لوگ باقاعدہ مارے گئے۔ لوگوں نے مجبور ہو کر احتجاج کیا جس سے انتظامیہ خوفزدہ ہو گئی۔

ریاست کو ان معاملات کو بہت نزدیکی سے دیکھنا چاہیے یہ ریاست کے لیے بہت اہم ہے۔ اس سے لاکھوں لوگوں کا براہ راست روزگار وابستہ ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ کا وقت ختم ہو چکا ہے۔

سینیٹر جان محمد: میں دو منٹ لینا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی جان محمد صاحب۔

سینیٹر جان محمد: جناب چیئرمین! کچھ اور projects ہیں جو اس PSDP میں باقاعدہ انہوں نے دیے ہیں لیکن ان میں ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے پرانے projects ہیں، نئے نہیں ہیں۔ لیکن ان کی جو allocation ہے وہ ایسی نظر آ رہی ہے کہ وہ کام پندرہ سال میں بھی پورے نہیں ہوں گے۔ جس میں ایک پنجگور گچک روڈ ہے جو 30 billion کا project ہے جس کے لیے 2 billion allocate ہوئے ہیں۔ 30 billion کی road کے لیے 2 billion رکھے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سڑک کو پندرہ سال چاہیے بننے کے لیے۔ یہ جو 30 billion کا project ہے یہ 300 billion تک جائے گا پندرہ سال بعد۔ اس وقت جو مہنگائی بڑھ رہی ہے۔

جناب چیئرمین! دوسرا بلیدہ پروم روڈ ہے۔ بلیدہ پروم روڈ کا project 5 billion روپے کا ہے۔ اس کے لیے ڈیڑھ بلین اس سال رکھا گیا ہے حالانکہ یہ بھی پرانا project ہے یعنی 2021 کا ہے۔ یہ کوئی نیا نہیں ہے مگر آج تک وہ کام شروع نہیں ہوا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ time کو دیکھ لیں۔ باقی ممبران نے بھی بات کرنی ہے۔ Time آپ کا پورا ہو گیا ہے۔

سینیٹر جان محمد: میں تو بجٹ پر بحث کر رہا ہوں۔ لک ہچک روڈ ہے اور اس کے ساتھ ہی پروم چیدگی روڈ ہے۔ اس کے ساتھ پروم جالگی روڈ ہے۔ اسی طرح گوادر اتھارٹی کے لیے جو فنڈز ہیں اس کی بھی یہی صورت حال ہے۔ جناب چیئرمین! میں سمجھتا ہوں کہ آپ بلوچستان کے لیے projects شامل کرتے ہیں اور ان کے لیے جو بجٹ allocation کرتے ہیں وہ اتنا کم کرتے

ہیں کہ ان کو مکمل کرنے کے لیے بیس بیس سال کا عرصہ چاہیے۔ یہ strategy آپ تبدیل کریں۔ یہ جو roads ہیں یہ مکمل طور پر بنانی چاہییں۔ ان کے لیے زیادہ فنڈز رکھیں تاکہ یہ جلد از جلد مکمل ہو جائیں۔ اس ملک کو اگر ہم نے بہتر بنانا ہے اور اس کی economy کو اگر ہم نے بہتر بنانا ہے تو ان منصوبوں کے لیے ہمیں فنڈز جلد از جلد فراہم کرنے ہوں گے۔ ملک کو ترقی یافتہ بنانے کا کوئی اور طریقہ کار نہیں ہے۔ یہی طریقہ کار ہے کہ آپ اپنے وسائل کو بہتر کریں اور آپ کاروبار کے ذرائع پیدا کریں۔ آپ Road network کو ٹھیک کریں۔ یہ جو زیادتیاں ہو رہی ہیں۔ آپ نے جو بارڈرز بند کیے ہیں۔ خاص طور پر چمن کا جو بارڈر آپ نے بند کیا ہے۔ تربت اور پنجگور میں جو آپ نے مداخلت کی ہے۔ آپ نے ٹوکن سسٹم بنایا ہے اور چمن میں تو پورا بارڈر آپ نے بند کیا ہے۔ ابھی تو سارے لوگ جیلوں میں پڑے ہیں۔ لوگ زخمی حالت میں ہسپتالوں میں زیر علاج ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئر مین: شکریہ۔ بلیدی صاحب! آپ کا time پورا ہو گیا ہے۔ اس کے علاوہ اگر آپ کی کوئی تجاویز ہیں تو وہ آپ لکھ کر ہمیں دے دیں تاکہ ہم انہیں کمیٹی میں بھیج دیں۔

سینیٹر جان محمد: جناب چیئر مین! دیکھیں، یہ بجٹ اجلاس ہے ۔ بجٹ تقریر میں جو بنیادی issues ہیں جنہوں نے عوام کو disturb کیا ہے۔ ایمل ولی نے جو خط آپ کے حوالے کیا ہے۔

جناب ڈپٹی چیئر مین: اس کے بارے میں ہم نے کہہ دیا ہے۔

سینیٹر جان محمد: آپ نے کہہ دیا۔ اس میں میری ایک اور رائے ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ مجموعی طور پر آپ دیکھیں کہ بلوچستان کے بہت سے لوگ اس وقت asylums میں ہیں۔ آپ جس طرح دروازے بند کر رہے ہیں۔ آپ کو چاہیے کہ جنہوں نے asylum لیا ہے اور گئے ہیں۔ آپ ان کے ساتھ بہتر رویہ اختیار کریں۔ وہ آئیں اور اس ملک کا حصہ بنیں۔ ان کے لیے آپ راستے کھول دیں بجائے اس کے کہ آپ ان کے پاسپورٹ بند کریں۔ مہربانی۔

جناب ڈپٹی چیئر مین: شکریہ۔ ابھی ایوان کو تین بجے تک ملتوی کرتے ہیں۔ آج ان شاء اللہ تین بجے اجلاس دوبارہ ہوگا۔

(The House was then adjourned to meet again today, the 13th of June, 2024 at 03:00 p.m.*)*

(وقفے کے بعد 3:25 پر اجلاس کی کارروائی زیر صدارت جناب ڈپٹی چیئرمین (جناب سیدال خان) شروع ہوئی)

جناب ڈپٹی چیئرمین: السلام علیکم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سینیٹر دوست محمد خان۔

Senator Dost Muhammad Khan

سینیٹر دوست محمد خان: جناب چیئرمین! بہت بہت شکریہ۔ بجٹ کے بارے میں discussions ہو رہی ہیں، بہت serious قسم کی اور بعض light قسم کی گفتگو بھی ہو رہی ہے لیکن چونکہ یہ IMF کا بجٹ ہے، اچھا تو یہ ہوتا کہ ہمارے فنانس منسٹر واشنگٹن جاتے اور IMF کے سامنے یہ بجٹ پیش کرتے۔ یہ خواہ مخواہ Billions of Rupees اس کی publicity پر خرچ کر رہے ہیں۔ یہ بجٹ ایک زہرِ قاتل ہے، تباہی والا بجٹ ہے۔ جو بھی دن آئے گا، بہت ہی برا آئے گا۔ جس طرح اس بجٹ میں ہیرا پھیری کی گئی ہے، ایک جعلی حکومت سے ہماری یہی توقع تھی۔ یہ بجٹ فارم 47 کا عکس ظاہر کرتا ہے کہ ایک فارم 47 والی حکومت نے یہ بجٹ بنایا ہے۔

جناب! میں فاٹا اور پاٹا کی طرف آتا ہوں کیونکہ میرا تعلق جنوبی وزیرستان سے ہے۔ میں وہاں جو حالات دیکھتا ہوں تو وہاں بڑی سخت تباہی آئی ہوئی ہے اور آئندہ بھی آ رہی ہے۔ یہ حکومت فاٹا اور پاٹا کے لیے ٹیکس propose کر رہے ہیں۔ اگر یہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے تو یہ ایک بہت بڑا drone حملہ ہوگا۔

دوسری بات، ہمیں سات سال پہلے merge کیا گیا تھا۔ چونکہ فاٹا کی جتنی ایجنسیاں تھیں یا اضلاع تھے، ان کو 2017 میں merge کیا گیا۔ ہمارے ساتھ وعدہ کیا گیا تھا، آئین کے آرٹیکل 25 میں ہمیں constitutional guarantee دی گئی تھی کہ ہم آپ کو 100 بلین

سالانہ دیں گے اور فاٹا کو جو existing ADP دیتے ہیں، وہ بھی دیا کریں گے۔ پچھلے سات سالوں میں NFC Award کے تحت جو ہمارے 700 بلین بنتے تھے، ان میں سے 108 یا 110 بلین دیے گئے ہیں۔ ان میں سے آدھے پیسے خیبر پختونخوا کی حکومت نے کاٹ کر دوسرے اضلاع کو دے دیے ہیں۔

جناب! بات یہ ہے کہ فاٹا میں دہشت گردی کی ایک لہر ہے اور دہشت گردی کی ایک جنگ ہے۔ وہاں دہشت گردی کی ایک بہت serious جنگ شروع ہو گئی ہے۔ میں تین سالوں سے چیخ رہا تھا کہ فاٹا میں دہشت گردی کی چنگاری اٹھ رہی ہے، خدا کے واسطے اس کی طرف توجہ دو لیکن یہاں میری کوئی بات نہیں سنی جاتی۔ مصیبت تو یہ ہے کہ یہاں ہم آتے ہیں، کھاؤ پیو اور پھر ختم۔ جناب! ایمانداری کی بات یہ ہے کہ دہشت گردی میں ہمارے بہت سے لوگ شہید ہوئے۔ ابھی پرسوں ہمارے سات فوجی بھائی شہید ہوئے ہیں۔ روزانہ وہاں پر فائرنگ ہوتی ہے۔ دن کو یہ ہوتے ہیں، رات کو وہ دوسرے ہوتے ہیں۔

جناب عالی! یہ پہلی شہادت نہیں ہے جو ہمارے فوجیوں نے دی ہے۔ اس war on terror میں ہماری پاک فوج کے کم از کم چار ہزار فوجی جوان شہید ہوئے ہیں۔ کسی اور جنگ میں اتنے جوان شہید نہیں ہوئے جتنے اس war on terror میں ہمارے فوجیوں نے قربانیاں دی ہیں۔ اس کے علاوہ 80 ہزار کے قریب ہمارے عام عوام نے بھی جانیں دی ہیں۔ 150 billion dollars اس جنگ میں ابھی تک خرچ ہوئے ہیں۔ ہمارے وزیراعظم شہباز شریف ایک billion dollars کے لیے کشکول لیے دنیا میں پھرتے ہیں۔ جناب! آپ بجٹ میں لگے ہوئے ہیں، خدا کے واسطے! بجٹ وجٹ کو چھوڑیں، اپنی پوری concentration and efforts war on terror پر لگائیں۔ رشوت اور کرپشن ملک کو تباہ نہیں کرتے، یہ war on terror ملک کی بنیادیں ہلا رہی ہے۔

جناب! میرے پاس تین، چار solutions ہیں اگر ہم ان پر war footing پر کام کریں تو ان شاء اللہ ہم war on terror میں کامیاب ہو جائیں گے۔ سب سے پہلے تعلیم کو عام کریں کیونکہ وہاں تعلیم کا یہ حال ہے کہ سکول، کالج، BHUs اور dispensaries میں جانور

بندھے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان علاقوں میں development کو زیادہ سے زیادہ بجٹ دیں جہاں یہ جنگ شروع ہے اور یہ جنگ نیچے آ رہی ہے، یہ نہیں کہ یہ جنگ اٹک پر رک جائے گی۔ بلوچستان، فاٹا اور KP میں جو war on terror ہے، یہ ان شاء اللہ بہت جلد لاہور اور کراچی تک جائے گی۔

تیسری بات یہ ہے کہ لوگوں کو روزگار دیں۔ بہت بے روزگاری ہے، وہاں جو دوسری قوتیں ہیں، ان کو وہ زیادہ مراعات، تنخواہیں اور سہولتیں دیتے ہیں۔ ادھر ہمارے پاس تو کھانے لیے بھی کچھ نہیں ہے کہ ان کے خلاف ہم لڑ سکیں۔ جناب! ڈیڑھ، دو سال پہلے میں افغانستان گیا تھا۔ میں آپ کو آج صاف بتا رہا ہوں کہ اڈیالہ جیل کے قیدی کو رہا کریں اگر آپ نے war on terror جیتنی ہے۔ وہ نر کا بچہ جتنا پاکستان میں popular ہے، وہ اتنا زیادہ افغانستان میں popular ہے۔ وہاں کے طالبان نے مجھے کہا ہے کہ آپ نے اسلام کے اتنے بڑے ہیرو کو جیل میں ڈالا ہوا ہے۔ آپ نے رات کے بارہ بجے ان کی حکومت کو فارغ کیا ہے۔ وہ مجھے برا بھلا کہہ رہے تھے کہ آپ لوگوں نے بہت برا کیا ہے۔ ابھی بھی میں کہہ رہا ہوں کہ اگر آپ نے اس جنگ کو جیتنا ہے تو یہ war on terror صرف اور صرف ایک آدمی، یہ اڈیالہ جیل کا قیدی حل کر سکتا ہے، باقی ہم سارے ناکام ہو گئے ہیں۔ وہ عمران خان سے اتنے خوش تھے اور کہہ رہے تھے کہ ہمیں بڑا زبردست سہارا مل گیا ہے۔ اس کے زمانے میں نہ ان پر ڈرون حملے ہوتے تھے اور نہ یہاں پر اڈے دیے گئے تھے۔ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اڈے کی فراہمی کے حوالے سے انہوں نے کہا تھا کہ ,absolutely not میں اڈے نہیں دوں گا۔ اس کا تو یہ نتیجہ آیا کہ ابھی بے چارہ ہماری قوم کی خاطر، پاکستان کی خاطر اور مسلمانوں کی خاطر آج اڈیالہ جیل میں پڑا ہوا ہے۔

جناب! میں اپنی تقریر کو زیادہ لمبی نہیں کرتا لیکن یہ ہے کہ عمران خان کے بغیر آپ کوئی جنگ جیت نہیں سکتے۔ ہم نے اس جنگ میں جانیں تو دی ہیں لیکن ہمارے گھر بھی تباہ ہوئے ہیں۔ گھروں کے لیے آدھے لوگوں کو پیسا ملا اور آدھے لوگوں کو نہیں ملا حالانکہ عالمی بینک نے 2015 میں حکومت پاکستان کو ڈالروں میں پیسے دیے کہ جن بے چاروں کے گھر war on terror میں مسمار ہو گئے ہیں، یہ پیسے ان کو دے دیں۔ ابھی وہ غریب لوگ یہاں پریس کلب کے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں، وہ اپنا حق مانگ رہے ہیں۔ جب آپ حق نہیں دیں گے تو وہاں کے لوگ بندوق تو اٹھائیں گے۔ اپنی

خاطر وہ ہر قسم کی جنگ کے لیے تیار ہیں۔ یہاں پر تو کوئی نہیں ہے ماشاءاللہ، یہ ہماری priority ہے۔ سینیٹ میں کوئی بھی وزیر نہیں ہے۔ جناب! میں آپ سے request کرتا ہوں کہ وزیر اعظم کو لکھیں کہ کم از کم Finance Minister or Minister of State for Finance کو ادھر بیٹھنا چاہئے تھا۔ پتا نہیں وزارت خزانہ سے کوئی بندے یہاں ہوں گے یا نہیں۔ جو میرے points note کریں۔ شکریہ! میں appreciate کرتا ہوں کہ کم از کم سرکاری افسران تو آئے ہوئے ہیں۔۔۔۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی، آپ continue کریں۔

سینیٹر دوست محمد خان: جناب! اگر آپ نے former FATA کی محرومیوں کو ختم کرنا ہے تو دو کام ضروری ہیں۔ ایک اس سروے کے پیسوں کا فوراً حکم جاری کریں۔ کوئی 72 ارب بنتے ہیں، ہم یہ نہیں کہتے کہ یکمشت ہی دے دیں۔ ہم کہتے ہیں کہ اس amount کو staggering کریں۔ کچھ اس سال دے دیں، پھر اگلے سال 25 billion دے دیں تاکہ یہ قصہ ختم ہو جائے۔ وہاں کے لوگ بہت سخت frustration کا شکار ہیں۔

جناب! Merger, میں ہم ضم نہیں ہوئے، ہمیں ہضم کیا گیا۔ اگر ہمیں ایک الگ Secretariat دے دیا جائے to be headed by the Additional Chief Secretary اور اس کا separate account ہو تاکہ جو پیسے یہاں سے جائیں کم از کم اس account میں جائیں۔ Officers from Ministry of Finance, please, you note it. جب ہمارے ضلع کا یا سابق فاٹا separate account ہو گا تو ان شاءاللہ خیبر پختونخوا والے آپ سے پیسے نہیں لے سکیں گے۔۔۔۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: دس منٹ ہو گئے، آپ نے کہا تھا کہ صرف دو منٹ بات کروں گا۔

سینیٹر دوست محمد خان: شکریہ، جناب! اللہ آپ کو خوش رکھے، گیارہ منٹ تقریر کی ہے۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ۔ سینیٹر خلیل طاہر صاحب۔

Senator Khalil Tahir

سینیٹر خلیل طاہر: بہت شکریہ، جناب چیئرمین!

بجھنے لگ جائیں تو پھر شمعیں جلا دی جائیں
میری آنکھیں میرے قاتل کو لگا دی جائیں
بے ہنر لوگ کہاں لفظ کی سچائی کہاں
اب کتابیں کسی دریا میں بہا دی جائیں

جناب چیئرمین ! ان نامساعد حالات میں 2017 میں روٹی دو روپے کی تھی، ڈالر 64 روپے کا تھا، سونا 55 thousand کا تولہ تھا۔ اس کے بعد جس level پر مہنگائی بڑھی اور پھر سازشیں بھی بہت زیادہ ہوئیں۔ مجھے یاد ہے کہ in 2018 I was in opposition in the Punjab. وہاں ہمارے وزیر خزانہ محسن لغاری صاحب اور ادھر سے تیمور جھگڑا صاحب، شوکت ترین صاحب وفاقی وزیر خزانہ تھے، انہوں نے ان کو فون کیا کہ آئی ایم ایف کا جو مسئلہ ہے، ان کے سامنے جا کر نعرے لگائیں کہ ہم یہ معاہدہ ختم کر رہے ہیں۔ ہمارے وزیر نے ان سے پوچھا کہ کیا ہمارے ملک کو نقصان تو نہیں ہو گا، اس نے کہا کہ چھوڑیں اس بات کو، ملک کو نقصان کیا ہو گا، انہوں نے ہمارے چیئرمین کو پکڑنا تھا، پکڑ لیا تو اس لیے ہم یہ معاہدہ نہیں کرتے۔

جناب چیئرمین ! اس بجٹ کے حوالے سے میں سمجھتا ہوں کہ ایسے کٹھن اور نامساعد حالات میں اس سے بہتر بجٹ اور کیا پیش کیا جا سکتا ہے۔ سب سے بڑی بات کہ عام آدمی کا جسم اور روح کا رشتہ برقرار رہنا چاہیے۔ اس کے لیے حکومت نے initiative لیا ہے کہ سب سے پہلے تنخواہوں میں اضافہ کیا ہے۔ جب تنخواہوں میں اضافہ ہوگا تو قوت خرید بڑھے گی، جب قوت خرید بڑھے گی تو عام آدمی کے جینے میں آسانی پیدا ہو گی۔

نمبر ۲، میں تو ذاتی طور پر چاہتا ہوں کہ یہاں tax emergency ہونی چاہیے۔ میرا جس شہر سے تعلق ہے، ہم نے بہت ساری جگہوں پر دیکھا ہے کہ یہ بہت بڑے بڑے landlord اور businessman کے اپنے تین تین رجسٹر ہوتے ہیں، ایک رجسٹر حکومت کو دکھانے کے لیے اور باقی اپنے پاس، پیسے بینکوں میں نہیں رکھ رہے، گھروں میں رکھ رہے ہیں اور ٹیکس نہیں دینا۔ جناب چیئرمین ! ہم باتیں یورپ، انگلینڈ، امریکہ اور آسٹریلیا کی کرتے ہیں، وہاں ہر بندہ tax network میں ہے۔ جب وہ ٹیکس دیتے ہیں تو وہ ٹیکس خرچ کس پر ہوتا ہے۔ جو ٹیکس دے سکتا ہے وہ ٹیکس دیتا ہے اور وہ ٹیکس عام، غریب آدمی کی فلاح و بہبود پر خرچ ہوتا ہے۔ وہاں پر اس لیے

کوئی بھوکا نہیں سوتا۔ اس حوالے سے میں یہ کہنا چاہوں گا کہ اس کے پیچھے جو sprit ہے یہ جب تک ہم tax network پر نہیں آئیں گے۔ جس طرح سے ہم نے pensions میں اضافہ کیا اس کے علاوہ تنخواہوں میں بھی اضافہ ہوا، ٹھیک ہے کٹھن حالات قوموں کو دیکھنے پڑتے ہیں لیکن ایسی صورت میں ہم سب کو commonalities ہیں پر اکٹھا ہونا پڑے گا تاکہ ملک اس گرداب سے نکل سکے اور ہم بار بار کہتے ہیں کہ ہم یہ کشکول توڑیں گے لیکن پتا نہیں یہ کشکول کتنا مضبوط ہے وہ ٹوٹتا ہی نہیں۔

جناب چیئرمین! بجٹ کے حوالے سے ابھی یہاں پر Leader of the Opposition نے بہت باتیں کیں، میں ایک بات clear کرنا چاہتا ہوں۔ بار بار فرماتے ہیں، میرے بھائی عون عباس صاحب بھی کہیں گے کہ regime change کر دیا۔ دیکھیں Article 95 Constitution of Pakistan کے تحت عدم اعتماد آیا اور آئین میں کہیں بھی نہیں لکھا کہ کوئی پارٹی پانچ سال پورے کرے گی۔ آئین میں لکھا ہے کہ پارلیمان اپنی مدت پوری کرے گی، it does not mean کہ PTI نے پانچ سال پورے کرنے تھے۔ آپ دیکھیں پچھلے دس سالوں میں UK میں تقریباً سات Prime Minister change ہوئے ہیں but government is there ان کی party is still there, انہوں نے اپنی پارٹی میں سے change کر دیے ہیں۔ یہاں پر بھی پارلیمان نے پانچ سال پورے کرنے ہوتے ہیں، اس کا شاید غلط مطلب لیا جارہا ہے کہ جس پارٹی کو حکومت مل گئی ہے اس کے خلاف no confidence آ گیا ہے meaning there by اس پر confidence نہیں رہا۔

جناب والا! یہاں پر کچھ باتیں ہوئی کہ پنجاب اور خصوصاً طور پر خیبر پختونخوا کے الیکشن نہیں کروائے گئے۔ چکوال سے بندیال تک کا سفر ہے، اس پر میں کتاب بھی لکھ رہا ہوں یہ۔ بڑا خطرناک سفر تھا، شکر ہے ہم سب اس سے بچ گئے ورنہ یہ جو کچھ کرنا چاہ رہے تھے، انہوں نے اپنی طرف سے ایک smart move کی کہ دو صوبوں میں الیکشن کروا کر ہم majority لے لیں گے اور پھر ہم قومی اسمبلی کا الیکشن کریں گے۔ انسان un-will ہوتا ہی اس وقت ہے جب اس کے پاس طاقت یا دولت آتی ہے اور اس کے بعد وہ بے نقاب ہو جاتا ہے۔ اگر آپ نے کسی کو بھی آزمانا ہو تو اس کو دولت اور اقتدار دے دیں وہ un-will ہو جائے گا۔ ابھی ہمارے بہت ہی محترم Leader of

لاہور کے جب ہے بھی video وہ پاس میرے تھے، رہے فرما the Opposition
نہیں جاری production order ہیں نہیں ادھر ابھی honourable Senator
ہوئے۔ وہ بار بار اپنے بیٹے کو فرما رہے تھے کہ ہم نےCorps Commander کے
houseکا ایک ایک گملا توڑ دیا، ہم نے کوئی بھی چیز نہیں رہنے دی، even general کی جو پتلون تھی اس کو بھی ہم نے سوٹی پر لٹکا کر گھمایا۔

جناب چیئرمین! جو لوگ سرحدوں کی حفاظت کرتے ہیں میری اپنی فیملی میں سے ہیں اور میرے اپنے گاؤں میں پتا نہیں کتنے فوجی جوان بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہاں پر ہمارے عزیز رہے ہیں، Group Captain Cecil Chaudhry جس نے انڈیا کے چھ طیارے مارے، اس کی پسلیاں بھی ٹوٹی ہوئی ہیں اور اس نے راوی کے ذریعے بڑے طریقے سے اپنا جہاز اتارا اور آکر پاکستان کی دھرتی کو بوسہ دیا لیکن یہاں پر کیا ہوتا ہے؟ رات کو ہم کہتے کہ ہم آپ کو اقتدار دیں گے، ہم آپ کو extension دے رہے ہیں اور دن کو کہہ رہے ہیں Dirty Harry, Mir Jaffar and Mir Saddiq.

جناب والا! اس طرح سے کام نہیں چلتا۔ ٹھیک ہے میں کسی کو بھی sacred cow قرار نہیں دے رہا لیکن ہم سب سیاستدانوں کو بیٹھ کر اس کے بارے میں سوچنا پڑے گا کہ what we are doing actually. اور جو common issues ہیں اگر ہم آپس میں یک جاں، اکٹھے نہیں ہوں گے تو پھر ٹھیک ہے اسی طرح سے ہی چلتا رہے گا پھر اس کو کوئی بھی نہیں روک سکتا۔ میں آپ کو بتانا چاہ رہا تھا کہ آئین پاکستان کاArticle-254 ہے۔ آپ کے پاس بھی ہے کہ اگر ایک کام کے لیے مقررہ مدت دی گئی ہے اور مقررہ مدت میں وہ کام نہیں ہوتا تو that will be not un constitutional step یہ اس میں لکھا ہوا ہے آپ بھی پڑھ سکتے ہیں اور جو Article-224 آئین پاکستان کا ہے، اس کے علاوہ اس میں بھی لکھا ہوا ہے، کیا کیا impairments ہیں، آپ نے کیا کیا اور کس طریقے سے یہ جو الیکشن کا سلسلہ ہے ضروریات پوری کرنی ہیں۔ کیوں کہ ہوتا تو یہ ہے کہ federation کے ساتھ چاروں صوبوں کے الیکشن ایک ہی وقت میں ہوں۔ اس لیے بہت ساری باتیں آئیں کچھ legal پیچیدگیاں آئیں، کچھ

judgementsایسی آئیں لیکن اس پر عمل نہیں کریں گے بہت سارے معاملات اب بھی sub judiceہیں۔

جناب چیئرمین! میں ذاتی طور پر یہ سمجھتا ہوں کہ اسی طرح سے جس طرح 9th Mayکو simultaneously کتنی جگہوں پر حملے ہوئے اور سارے کہہ رہے ہیں۔ ہماری ایک بزرگ خاتون ہے وہ بیٹھی ہوئی ہے کہہ رہی ہے کہ ہم یہاں سے سیدھا Corps Commander House چلیں گے وہ بھی audio and videoچلی۔ لہٰذا یہ بھی ہمارے ہی ادارے ہیں، ہم سب کو ساتھ مل کر ہمیں کسی بھی طریقے سے کوئی یک جہتی پیدا کرنے کی ضرورت ہے ، dialogue کرنے کی ضرورت ہے تاکہ عام آدمی پر جو بھی اثر پڑتا ہے۔ آپ شام کو کوئی بھی TV showدیکھیں، صرف اور صرف اس میں politics share ہوتی ہے ظاہر ہے current issuesہیں انہوں نے وہی چلانا ہے کیوں کہ میڈیا ہمارے معاشرے کی آنکھیں، چہرہ اور ہاتھ ہیں جو کچھ وہ دیکھتے ہیں وہ وہی چلاتے ہیں لیکن common men بے چارہ کہاں گیا؟ پس تو وہ رہا ہے۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں آج اس بات کی ضرورت ہے، اس عمل کی شدت سے ضرورت ہے کہ کچھ ,commonalities کچھ priorities عام آدمی کے لیے طے کرلی جائیں ایک تو ہم تحفظ دے سکیں، ایک security دے سکیں، اس کو امن دے سکیں اور اس کو دو وقت کی روٹی دے سکیں۔ مجھے یاد ہے فیصل آباد میں ایک پناہ گاہ بنائی گئی وہاں پر ان کے بانی چیئرمین گئے انہوں نے ایک بابا جی سے پوچھا کہ بابا جی کیسے زندگی گزر رہی ہے انہوں نے کہا پتر تیری وجہ سے گھر بیچ کراتھے آنڑا پیا وے۔ کدھر گئے وہ ایک کروڑ درخت؟ پچاس لاکھ نوکریاں اور سارا کچھ۔ ایسے سہانے خواب نہ دکھائے جائیں، قومیں تباہ تب ہوتی ہیں جب ان کی آس ٹوٹتی ہے، جب ان کی امید ٹوٹ جاتی ہے۔ بہت سارے لوگوں نے اس سے امیدیں لگائیں تھیں لیکن practically ہوا کچھ بھی نہیں، وہ کہتے ہیں،

بے عمل دل ہو تو جذبات سے کیا ہوتا ہے
زمین بنجر ہو تو برسات سے کیا ہوتا ہے

ہے عمل لازم تکمیل تمنا کے لئے
ورنہ رنگین خیالات سے کیا ہوتا ہے

ہم یہاں پر جتنے بھی مرضی اعداد و شمار لے کر آئیں لیکن اگر ایک عام آدمی بے چارہ کسی جگہ پر بیٹھ کر روٹی کے لیے ترس رہا ہے یا مانگ رہا ہے، ہم اگر اس کی fundamental need پوری نہیں کرتے تو .that is useless جو کچھ بھی ہوا ہمیں چاہیے کہ دوبارہ کسی نہ کسی طریقے سے کوئی ایسا معاہدہ کریں، آپس میں مل کر بیٹھ جائیں اور اس کا حل نکالیں تاکہ common men کی جو زندگی ہے وہ اجیرن نہ بنے اس کو ہم کچھ نہ کچھ دوام بخش سکیں۔

جناب چیئر مین! مجھے ذاتی طور پر ایک بات کا گلہ ہے کہ ,BISP بے نظیر انکم سپورٹ، شہید بے نظیر بی بی کے نام جو scheme تھی اب پھر دوبارہ سے BISP کر دیا گیا ہے، جب بانی چیئرمین PTI کی حکومت تھی تو اس کا نام بھی change کر دیا گیا۔ حالانکہ اس سے پہلے میاں شہباز شریف پنجاب میں تھے اور یہاں پر میاں نواز شریف صاحب تھے whatever ان کو بھی کہا گیا کہ اس کا نام change کریں لیکن he refused انہوں نے کہا کہ نہیں وہ ایک قومی لیڈر تھیں، انہوں نے شہادت کا رتبہ حاصل کیا لہٰذا ہم یہ نام change نہیں کریں گے۔ اب پھر اس کا نام دوبارہ نام آگیا ہے تاکہ جو بے چارے تھوڑے لوگ ہیں جو بہت ہی زیادہ غربت کی لکیر پر زندگی گزار رہے ہیں، وہ روزانہ اپنے بچوں کا پیٹ پال سکیں۔ جناب چیئر مین! آخری بات۔

جناب ڈپٹی چیئر مین: وقت تھوڑا ہے۔

سینیٹر خلیل طاہر: جناب والا! اگر ایک سیکنڈ دے دیں تو مہربانی ہوگی۔

جناب ڈپٹی چیئر مین: چلیں ٹھیک ہے۔

سینیٹر خلیل طاہر: Taxila ایک جگہ ہے، بہت پرانا اس کا ذکر ہے اس کا ہماری Bible مقدس میں بھی ذکر ہے۔ وہاں پر جو Jesus Christ تھے، اس وقت ان کے بارہ شاگرد تھے، ان میں سے ایک مقدس Thomas تھا، وہ اس وقت Taxila کی سرزمین پر آیا تھا، یہ اس وقت کی پرانی بات کر رہا ہوں۔ ابھی وہاں پر Gandhara Corridor کی بات ہو رہی ہے، ہم اس کے

خلاف نہیں ہیں، ہندو بھائی ہمارے بھائی ہیں، ہم ان کے ساتھ رہتے ہیں، لیکن ہم چاہتے ہیں اگر ہم ان کے ساتھ ساتھ corridor بنائیں، یہ سارے جتنے بھی مذاہب ہیں، ہندو religion whatever جتنے بھی مذاہب ہیں اور جو Christianity religion ہے، مقدس تھامس جو Jesus Christ کے شاگرد تھے، انہوں نے وہاں پر قدم رکھا تھا، ان کی وہاں پر یادگار بھی ہے۔ اس کو اس حوالے سے ترتیب دی جائے اور ایک common interfaith corridor بنایا جائے تاکہ کسی مذہب کو بھی suspicious, doubtful نہ ہو۔ میں آپ کا بہت زیادہ شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے موقع دیا، آخر میں صرف اتنا کہوں گا کہ،

شیشے اتے دھوڑاں جمیاں کندھاں جھاڑی جاندے نے
جلداں سانبھ رہے نے جھلے ورقے پاڑی جاندے نے
جہناں دے گل لیراں پئیاں اوہناں ولے تکدے نئیں
قبراں اتے طلے جڑیاں چدراں چاڑھی جاندے نے
اوہناں داوی توں یوں ربّ ایں ایہدا اج جواب تے دے
عیداں والے دن وی جیہڑے کرن دہاڑی جاندے نے

بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ خلیل طاہر صاحب۔ جناب عون عباس صاحب۔

Senator Aon Abbas

سینیٹر عون عباس: شکریہ جناب چیئرمین! اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سب سے افسوسناک بات تو وہی ہے جیسے دوست محمد صاحب نے بھی کہا کہ اس وقت سینیٹ میں total 12 کے قریب اراکین بیٹھے ہیں، یہ 86 کا ایوان ہے اور اس سے زیادہ افسوسناک چلیں opposition تو ہمیشہ سے غائب رہتی ہے لیکن آج seriousness دیکھیں کہ ایک بھی شخص اس پہلی line میں موجود نہیں۔ یہ بجٹ کے حوالے سے، ہماری تقریر سننے کے حوالے سے اور ہماری recommendations سننے کے حوالے سے کتنے serious ہیں لیکن anyways ہم انہیں خالی کرسیوں کو سنائیں گے شاید ان کے ضمیر جاگ جائیں لیکن انہیں جاگنا پھر بھی نہیں ہے۔

میں آغاز کروں گا صبح میں نے اخبار اٹھایا، Dawn and The News کا اخبار اٹھایا، اس کو پڑھنے کی کوشش کی کہ بجٹ پر کیا تقریر کروں، میں نے بڑا ڈھونڈا آخیر اس میں سے بولنے کے لیے دو تین چیزیں بڑی زبردست ملیں۔ سب سے پہلے جو مجھے ملا کہ صحت کے لیے حکومت نے ھوالشافی کا درس، خوراک کے لیے، واللہ خیر الرازقین کا وظیفہ اور تعلیم کے لیے رب زدنی علما کا وظیفہ مقرر اور مختص کیا ہے اور عوام سے درخواست کی ہے کہ وظیفہ ذرا زور سے پڑھا کریں تاکہ آپ کے معاملات زندگی ٹھیک ہو سکیں۔ ورنہ ان تینوں کے لیے اس Government نے کچھ بھی مختص نہیں کیا۔ اس سے بڑی تکلیف یہ ہوئی کہ جب میں نے پیپلز پارٹی کا بیان دیکھا، اب تاج حیدر صاحب اٹھ کر چلے گئے، اس سے بڑی منافقت شاید ہی کوئی جماعت کر سکتی ہو جو کہ اس وقت پیپلز پارٹی کر رہی ہے کہ ایک زہر قاتل جیسا بجٹ پیش ہوا اور انہوں نے کہا کہ ہمیں علم ہی نہیں ہے۔ جناب! Finance Standing Committee کی Chairmanship پیپلز پارٹی کے پاس ہے۔ بلاول بھٹو زرداری صاحب کل بجٹ میں موجود تھے، ساری پیپلز پارٹی موجود تھی اور بجٹ میں تمام recommendations اپنی مرضی کی ڈال کر end میں کہتے ہیں کہ ہم اس میں شامل نہیں ہیں۔

اس زہر قاتل بجٹ میں پاکستان پیپلز پارٹی پوری طرح شریک جرم ہے اور عوام کا جو معاشی قتل عام آج سے شروع ہوگا اس کے دھبے پیپلز پارٹی کے دامن پر بھی لگیں گے۔ آپ تقریروں سے بچ نہیں سکتے۔ وہ کہتے ہیں کہ خاموشی بحکم حاکم آئی تھی۔ پہلے کہا تھا ہم بولیں گے تو پیپلز پارٹی stand لے گی۔ پھر اوپر سے حکم صادر ہوا کہ جاؤ اور اجلاس میں بیٹھو۔ تو کل ساری کی ساری پیپلز پارٹی چپ کر کے، سامنے ہاتھ رکھ کے اس میں موجود تھی۔ آپ لوگ بھی اس میں شامل ہیں۔

دو چیزوں کی clarification کامران صاحب نے raise کی اور وہ میں clear کر دوں۔ اعجاز چوہدری صاحب کے production order کے حوالے سے میں بارہا دفعہ درخواست کر چکا ہوں اور آج پھر درخواست کروں گا کہ آج سینیٹ کا session ہے لیکن یہ issue کرنا آپ کے لئے بھی مشکل ہوگا۔ میں پھر بھی یاد دہانی کراتا رہوں گا۔ اعجاز چوہدری صاحب کی بیٹی کی جو video تھی جس میں وہ فرمار ہے تھے کہ وہ اپنے بیٹے کو inform کر رہے تھے کہ عوام کے

جذبات بہت زیادہ ہیں اور عوام نے یہ یہ کر دیا ہے اور یہ گملے بھی ٹوٹ گئے اور یہ کام اور جو چیزیں وہ بتا رہے تھے، وہ اپنے بیٹے کو inform کر رہے تھے۔ یہ نہیں کر رہے تھے کہ میں نے کہا اور ان کو پھر اٹھا کر اس بے چارے کو ایک سال سے جیل میں ڈالا ہوا ہے۔

Regime change کی انہوں نے بات کی، میں وہ بھی clear کر دوں کہ ہمیں اعتراض regime change کا نہیں تھا بلکہ ہمیں اعتراض، وہ جو ایک منڈی لگائی گئی تھی جس میں بیس سے زیادہ اراکین قومی اسمبلی جن کا تعلق پاکستان تحریک انصاف سے تھا، جن کو بیس بیس کروڑ روپے دے کر اور انہیں purchase کر کے ہم سے اٹھا کر سندھ ہاؤس میں رکھا گیا تھا تاکہ ہماری حکومت گرائی جا سکے، صرف امریکہ سرکار کو خوش کرنے کے لیے۔ ہمیں صرف اس بات پر اعتراض تھا۔ چلیں اب بجٹ پر چلتے ہیں۔

جناب! یہ انیس کھرب کا نہایت زبردست بجٹ ہے۔ میں حیران ہوں کہ صبح سے جتنی بھی تقاریر ہوئی ہیں اس میں کسی نے بھی بجٹ کے numbers پر بات نہیں کی لیکن میں تھوڑا سا numbers پر لے کر چلوں گا۔ جناب، یہ انیس کھرب کا بجٹ ہے اور اس میں جو سب سے مزے دار چیز ہے وہ revenue collection ہے کہ taxes کتنے ہوں گے۔ Taxes کی جو amount دی ہے جناب، وہ انہوں نے اس سال 38% فیصد بڑھا دی ہے اور ساڑھے تیرہ کھرب روپے کی tax collection دکھائی ہے۔ اس ساڑھے تیرہ کھرب روپے کی tax collection میں جو direct taxation ہے، جو کہ کسی کی تنخواہ میں سے کاٹا جائے گا یا income at source deduction کی جائے گی، وہ ساڑھے پانچ کھرب روپے ہے۔ مزے کی بات یہ ہے اس کا سب سے زیادہ بوجھ انہوں نے تنخواہ دار طبقے پر اور مڈل کلاس پر ڈال دیا ہے۔

ہوا کیا، ہمیں انہوں نے کہا کہ بیس فیصد تنخواہیں بڑھا دی ہیں، کل سے سارے سرکاری ملازمین بہت خوش ہیں کہ پاکستان مسلم لیگ (ن) نے بیس فیصد تنخواہیں بڑھا دی ہیں۔ میں آج صبح salary کا slab لے کر آیا۔ جناب، وہ کیا کمال چیز ہے۔ میں تھوڑی calculations دوں کہ پاکستان کو بھی پتا لگے کہ issue کیا ہے۔ ایک وہ شخص جس کی ایک لاکھ روپے تنخواہ ہے، وہ بارہ مہینے

میں وہ بارہ لاکھ روپے کما لیتا ہے۔ اس سے پہلے وہ پندرہ ہزار روپے fixed tax اور 12.5% کے حساب سے وہ ڈیڑھ لاکھ روپے tax دیتا تھا۔ ڈیڑھ لاکھ جمع پندرہ ہزار ہو گئے ایک لاکھ پینسٹھ ہزار روپے وہ tax deduct کراتا تھا۔ اس دفعہ حکومت نے کیا کیا کہ انہوں نے فوری طور پر tax بڑھا کر جو ساڑھے بارہ فیصد تھا، اس کو پندرہ فیصد کر دیا جو اب ایک لاکھ اسی ہزار روپے بنتا ہے اور fixed tax تیس ہزار روپے کر دیا۔ یہ ہو گئے دو لاکھ دس ہزار روپے۔ اس سے پچھلے سال وہ ایک لاکھ پینسٹھ ہزار روپے tax دیتا تھا اور اب وہ tax دے گا دو لاکھ دس ہزار روپے۔ جناب، فرق آگیا پینتالیس ہزار کا۔

انہوں نے کہا کہ ہم نے بیس فیصد تنخواہیں بڑھائی ہیں۔ بیس فیصد تنخواہ basic pay پر بڑھتی ہے۔ جس کی ایک لاکھ تنخواہ ہوتی ہے، اس کی basic pay تیس ہزار سے پینتیس ہزار روپے ہوتی ہے۔ اس تیس یا پینتیس ہزار پر جو بیس فیصد ہے وہ میں نے حساب لگایا ہے، وہ پورے سال کا اڑتالیس ہزار روپے بنتا ہے۔ تو آپ نے اڑتالیس ہزار کی تنخواہیں بڑھا دیں لیکن پینتالیس ہزار کا tax لگا دیا۔ اس کی جیب میں کتنے بچے، تین ہزار روپے۔ اس کو پورے سال میں total تین ہزار روپے بچیں گے۔

اوپر سے ظلم دیکھیں کہ indirect taxation ساڑھے سات کھرب روپے کی ہے اور اس میں سب سے بڑی amount کیا ہے، وہ ہے Petroleum کی levy یعنی جو پاکستان تحریک انصاف اپنے دور میں maximum ہم نے ساٹھ روپے تک levy رکھی تھی، انہوں نے بڑھا کر اس کو اسی روپے کر دیا ہے۔ جناب، ہم نے جو ساٹھ روپے رکھی تھی، ہم پینتیس روپے سے اوپر کبھی بھی نہیں گئے۔ انہوں نے ساٹھ کو اسی روپے کر دیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عوام کے لئے اب اس پورے سال میں بیس روپے پٹرول کی قیمت بڑھے گی۔ وہ جو تین ہزار روپے ایک تنخواہ دار طبقہ اس tax میں سے بیس فیصد تنخواہ کے بعد بچا رہا تھا، جب بیس روپے لیٹر پٹرول بڑھے گا تو اس پر اور اس کے پورے خاندان پر پورے مہینے اور پورے سال کا جو اثر آنا ہے وہ چالیس سے پچاس ہزار روپے آئے گا۔ اس کا چالیس ہزار روپیہ اس حکومت کے پاس چلا جائے گا۔

تو میں اس پورے ایوان کو اور اس حکومت کو یہ بتا دوں کہ آپ نے جو بیس فیصد اضافہ دیا ہے، اس کی وجہ سے middle class پوری طرح دب چکی ہے کیونکہ آپ نے جو tax slabs بڑھائے ہیں، وہ بے چارہ دب گیا ہے۔ یہ صرف اور صرف سرکاری ملازمین کے لیے ہے۔ آپ نے جو tax slab بڑھائی ہے وہ تو پاکستان کے تمام ملازمین کے لیے ہے جو کہ سرکاری نہیں ہیں۔ اب جو private sector میں کام کرتا ہے، کسی غیر سرکاری کمپنی میں کام کرتا ہے اس کی تنخواہ تو اس کی کمپنی نہیں بڑھائے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پاکستان میں جو income ہے وہ تو نہیں بڑھ رہی۔ تو companies and factories اگر پیسے نہیں بڑھائیں گی تو انہوں نے تو اپنے لوگوں کی تنخواہیں نہیں بڑھانی۔ تو وہاں اس کی تنخواہ بھی نہیں بڑھی اور آپ کا tax slab بڑھ گیا۔ وہ بھی برباد ہو گیا۔

ایک تو میرا point یہ تھا کہ انہوں نے tax بڑھا کر جو ظلم کیا ہے وہ پاکستان کی عوام پر ایک بہت بڑا ہتھوڑا مارا ہے۔ جناب، دوسری بات یہ ہے کہ جب بھی بجٹ پیش کیا جاتا تو economics کا ایک vision دیا جاتا ہے کہ ہم پاکستان کو کدھر لے کر جانا چاہ رہے ہیں۔ ابھی پاکستان مسلم لیگ (ن) کی حکومت کا پورا ایک convoy ابھی چائنہ گیا ہوا تھا۔ بڑے بڑے لوگ بھی گئے ہوئے تھے، سوٹ پہن کر ہمیں photo بھی دکھائی گئی جس میں سارے one page پر اکٹھے چلتے نظر آ رہے تھے۔ جناب، میں تو حیران ہوں کہ یہ China کے ایک ایسے شہر کے ڈپٹی میئر سے مل کر آئے ہیں جس شہر کی value پاکستان میں وہی ہے کہ جو ملتان کی ہے۔ وہ چائنہ کے ملتان کے ڈپٹی میئر سے مل کو واپس آ گئے ہیں۔ اگر آپ نے جا کر ان سے سیکھنا ہے تو ان کے vision سے سیکھیں، ان کے special economic zone سے سیکھیں۔ یہاں ہمارے پاس نو special economic zones ہیں لیکن بجٹ میں ایک ایسا chapter نہیں رکھا کہ CEPC کے ان special economic zones میں کوئی ایک فیکٹری لگا دیں۔ ان products, goods and services کے لئے کوئی مراعات بڑھا دیں۔ کچھ نہیں رکھا صرف چائنہ سے بھیک مانگ کر واپس آ جانا ہے۔ ان کے پاس کوئی vision نہیں تھا۔

حیرانی کی بات یہ ہے کہ ہمیں کہتے ہیں کہ ہم PIA بیچ رہے ہیں، ریلوے بیچ رہے ہیں، steel mill بیچ رہے ہیں۔ اس کی وجہ کیا ہے۔ جناب، اس کی وجہ یہ ہے کہ قانون یہ ہے کہ پہلے ایک organization کو بنایا جاتا ہے، پھر اس میں بھرتیاں کی جاتی ہیں۔ PIA میں پاکستان پیپلز پارٹی نے دبا کر بھرتیاں کی ہیں۔ ساری سیاسی بھرتیاں۔ MNA یہ تیرے سو ملازم، فلانے MPA تجھے پچاس بندے مل جائیں گے۔ اتنی بھرتیاں کرکے اس پورے محکمے کو خراب کر دیتے ہیں۔ جب وہ محکمہ بگڑ جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ اس کو بیچ دیں۔ یہ State-Owned Enterprises پاکستان پر بوجھ ہیں تو اب ان کو بیچ دیا جائے۔

او حضور! اپنی صلاحیت پیدا کریں۔ آپ پاکستان میں PIA, railways and steel mill جیسے محکمے چلا کر دکھائیں۔ اسی لیے آپ حکومت میں بیٹھے ہیں۔ اگر جائدادیں بیچ کر آپ نے پاکستان چلانا ہے تو پھر پارلیمان بھی بیچ دیں۔ آپ اس کو بھی outsource کر دیں۔ آپ جس طرح اسلام آباد کا airport outsource کر رہے ہیں، اسے بھی outsource کر دیں۔ کسی اور کو دے دیں، وہ اس سے بہتر چلائیں گے۔ ہم نہیں چلا پا رہے۔ جس طرح آپ سے حکومت نہیں چل رہی یہ پارلیمان بھی نہیں چل رہا۔ یہ ان خالی کرسیوں کو بیٹھ کر recommendations دے رہا ہوں جہاں ایک منسٹر یا MNA میری بات سننے کے لئے یہاں نہیں بیٹھا۔

حضور، یہ پارلیمان اور تقاریر سب فضول ہیں۔ یہ صرف عوام کو دکھانے کے لئے ایک ڈرامے بازی ہے۔ ہم بھی ڈرامے بازی کر رہے ہیں صرف ان کو بتانے کے لیے کہ ہم تمہاری جنگ لڑ رہے ہیں۔ حقیقت میں میری تقریر کوئی بھی نہیں سن رہا۔ کسی کے کان پر جُوں تک نہیں رینگ رہی کہ ہم یہاں بیٹھ کر کیا بات کرتے ہیں۔ یہ پارلیمان بھی فضول چل رہی ہے۔

چونکہ ہمیں یہ بتایا گیا کہ جناب finance minister صاحب بہت پڑھے لکھے ہیں۔ جناب، وہ ہوں گے پڑھے لکھے، اچھی انگریزی بولتے ہیں، سوٹ بھی اچھا پہنتے ہیں لیکن کیا وہ یہ بتائیں گے کہ آج سے تقریباً چار ماہ پہلے ان کے پاس شہریت کس ملک کی تھی۔ ہمارے تو passport cancel کر دیتے ہیں کہ جی passport cancel ہے۔ آپ سارے کے سارے لوگ جو

asylum seekers ہو کر برطانیہ، امریکہ اور آسٹریلیا جا رہے ہیں، ان کے passport cancel کر دو۔ یہ دوسری شہریت نہیں رکھ سکتے۔ صاحب بہادر خود Holland سے واپس آئے ہیں۔ ان کے پاس دہری شہریت Holland کی تھی۔ انہوں نے مارچ میں Holland کی شہریت چھوڑی ہے اور پاکستان کی وزیر خزانہ بن چکے ہیں۔ بھائی Holland کے شخص کو کیا پتا کہ کامونکی میں کیا مسئلہ ہے۔ اس کو کیا پتا کہ راجن پور کی تحصیل جام پور میں کیا مسئلہ چل رہا ہے۔ وہ بیٹھ کر اسلام آباد ایک ٹھنڈے آفس میں سوٹ پہن کر آتا ہے کہ میں نے بہت structural reforms کر دی ہیں۔ تمہیں کیا پتا Holland کی تکلیفیں بھی برداشت کرو گے۔ یہ ہمیں پاکستان کی تکلیفوں کا بتائیں۔ ایک Imported Finance Minister ہم پر نافذ کر دیا ہے جس کو پتا کچھ نہیں ہے، وہ ملا بھی ان کو جہیز میں ہے۔ جب یہ سارے اکیلے میں ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ پتا نہیں کیا ظالم دو چیزیں ہیں جو ہمیں تحفے میں دے دی ہیں۔ ایک وزیر داخلہ اور ایک وزیر خزانہ لیکن حضور، اب برداشت کیجئے گا۔

جناب اب اگلی بات۔ ہمیں کہتے ہیں کہ ساڑھے تین فیصد کی .growth ہمارے دور میں چھ فیصد کی growth تھی جب ہم حکومت چلا رہے تھے اور جب آپ regime change لے کر آئے۔ آج ساڑھے تین فیصد پر ساری کی ساری Government بڑے طبلے بجا رہی ہے کہ جی بڑی growth ہو گئی ہے۔ ساڑھے تین فیصد تو شاید Maldives جو کہ اتنا سا جزیرہ ہے، اس کی growth بھی اس سے زیادہ ہو گی جس کے پاس tourism کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ بنگلہ دیش، نیپال، بھوٹان اور پورے آسیان ممالک میں سب سے کم growth پاکستان کی ہے کیونکہ یہاں پر نااہل لوگ ہم پر نافذ کر دیے گئے ہیں۔ مزے کی بات یہ ہے کہ جب ان سے agriculture کی بات۔۔۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: عون صاحب، وقت تو ہو گیا ہے۔

سینیٹر عون عباس: جناب، میں بیس منٹ تو بولوں گا۔ اور تو کوئی ہے نہیں، آپ بھی enjoy کریں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: بیس منٹ نہیں۔

سینیٹر عون عباس: اچھا جناب، پلیز پانچ سات منٹ اور۔ Agriculture کے لئے ان سے سوال پوچھا تو ہمیں کہتے ہیں دو فیصد agriculture کے لیے رکھا ہے۔ یعنی کہ پورے پاکستان کے کسان جو کہ economy کا ستر فیصد بنتا ہے، اس کے لئے صرف دو فیصد مختص کیا ہے۔ پندرہ ارب روپے کا بجٹ پورے پاکستان کی زراعت کے لیے رکھ دیا گیا ہے۔ جناب، آپ نے گندم نہیں لینی تو مت لیں، آپ چار ہزار روپے گندم نہیں لے سکتے کہ آپ کے پاس اہلیت نہیں ہے۔ آپ نے آج ہماری گندم 2500 روپے میں برباد کی اور آپ نے پنجاب کی گندم برباد کر دی ہے۔ اس وقت چار ہزار روپے میں دھان کوئی نہیں لے سکتا، ہماری مکئی 1500 روپے میں رل رہی ہے اور آپ نے 15 ارب روپے زراعت کے لیے رکھے ہیں۔ جس ملک میں جس چیز کی speciality ہوتی ہے، اس کے لیے پیسے رکھے جاتے ہیں، آپ نے زراعت کو برباد کر دیا ہے اور اس کے لیے 15 ارب روپے رکھے ہیں۔ جناب! آپ ظلم check کریں کہ Health Sector میں ایک چیز active pharmaceutical ingredients ہوتی ہے، دوائیوں میں جو ذرات ڈالے جاتے ہیں اور جس سے دوائیاں بنتی ہیں، اس پر GST 18% لگا دی ہے۔ جناب! آپ اور میں دوائیاں نہیں کھاتے، دوائیاں غریب لوگ کھاتے ہیں، ہماری دوائی تو مفت ہے، ہم باہر جائیں گے اور pharmacy سے دوائی مفت لے کر آئیں گے۔ میرا اور آپ کا PIMS میں علاج بھی مفت ہے، میرا علاج ملتان نشتر ہسپتال میں بھی مفت ہو گا۔ غریب نے دوائی میڈیکل سٹور سے لینی ہے، آج health پر tax 18% لگا دیا گیا ہے، health پر تعیش تو نہیں ہے، یہ کوئی luxury item نہیں ہے، اس پر tax لگا دیا ہے۔

جناب! میں جنوبی پنجاب کے لیے بار بار کیوں روتا ہوں، شکر کریں، آج گیلانی صاحب نہیں بیٹھے ورنہ انہوں نے آج میرا mic پھر بند کر دینا تھا، میں جنوبی پنجاب کے لیے پٹ ڈالتا ہوں۔ ابھی پنجاب کا بجٹ نہیں آیا لیکن کل پنجاب کا بجٹ آ جائے گا۔ میں نے figure دیکھی ہے کہ ہمارے جنوبی پنجاب کے 12 اضلاع ہیں اور ان 12 اضلاع میں چار کروڑ لوگ رہتے ہیں، پورے لاہور میں ایک کروڑ بیس لاکھ لوگ رہتے ہیں۔ لاہور کے لیے حکومت پنجاب Annual

دینے جا رہی ہے، انہوں نے ایک لاہور شہر کے لیے Development Programme 61ارب روپے رکھے ہیں اور پورے جنوبی پنجاب کے 12 اضلاع کے چار کروڑ لوگوں کے لیے صرف33 ارب روپے Annual Development Programme کے لیے رکھے ہیں۔ میں اس لیے بار بار جنوبی پنجاب صوبے کی بات کرتا ہوں، آپ خود بلوچستان سے ہیں، یہ ظلم ایسی جگہوں پر ہوتا ہے، جہاں پر NFC Awards دیے جاتے ہیں۔ جناب! اس ملک میں سب سے بڑا ظلم NFC Award تھا کہ صوبوں کو پیسے دے دیے کیونکہ صوبوں میں ان کی حکومت ہے، ان کی territories ہیں، انہوں نے صوبے نہیں بننے دینے۔ اب اس وقت دو کھرب روپے صوبوں کو مل گئے جب پنجاب میں پیسا گیا ہے۔ اب اس کی بندر بانٹ ہو گی۔۔۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ کو بولتے ہوئے چار منٹ زیادہ ہو گئے ہیں، آپ نے کہا تھا کہ دو منٹ لوں گا۔

سینیٹر عون عباس: جناب! سارے لوگ routine میں 15 minutes بات کرتے ہیں، آج لوگوں نے آدھا آدھا گھنٹہ بات کی ہے، جناب! سینیٹر عرفان الحق صدیقی صاحب آپ کی پارٹی کے ہیں، انہوں نے 40 minutes بات کی ہے۔ جناب! ذرا ہاتھ ہولا رکھیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: وہ پارلیمانی لیڈر ہیں۔

سینیٹر عون عباس: مزے کی بات ہے، میں تھوڑی سی وضاحت کر دوں۔ انہوں نے اور کیا تکلیف کر دی کہ ڈیڑھ کھرب روپے Development fund رکھا ہے، جناب! آپ ڈیڑھ کھرب روپے کا مطلب سمجھتے ہیں یعنی کہ ہم اپنے MNAs کو ڈیڑھ کھرب روپے دیں گے تاکہ سڑکیں، نالیاں اور گلیاں بنا دیں۔ اس میں مزے دار بات کیا ہوتی ہے، اس کے دو فوائد ہیں، ایک یہ ہوتا کہ آپ کو vote ملتا ہے جنہوں نے مجھے vote دیا ہے، میں ان کو ڈیڑھ کھرب روپے بانٹ دوں جس کا کوئی فائدہ نہیں ہے لیکن اس سے بڑی چیز کمیشن ہوتی ہے۔ جناب! آپ بھی جس کو جانتے ہیں اور میں بھی جانتا ہوں، ہم اس کو چھپا نہیں سکتے، یہ Development funds corruption کی بہت بڑی کہانیاں ہیں۔ صوبوں میں علیحدہ علیحدہ rate ہوں گے، میں کسی

صوبے کا نام نہیں لوں گا لیکن پنجاب میں اس کا commission 10% rate ہے جس سے Deputy Commissioner بھی کھاتا ہے، Overseer بھی کھاتا ہے، Supervisor لیتا ہے جو وہاں پر Executive Engineers بیٹھے ہوئے ہیں جس کو XEN کہتے ہیں، وہ بھی کھاتے ہیں اور عوامی نمائندہ ہے، اگر اس کا دین قبول کرے، اگر وہ سمجھتا ہے تو وہ بھی 5% کھاتا ہے۔ ڈیڑھ کھرب روپے میں سے اس مرتبہ 30 ارب روپے کمیشن کے نام پر کھایا جائے گا۔ کوئی قبول کرے یا نہ کرے لیکن یہ اپنے MNAs کو پیسے دیں گے اور ہمارے MNAs کو پیسے نہیں دیں گے۔۔۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ بجٹ پر بات کریں، اب آپ کے پاس مزید ایک منٹ ہے۔

سینیٹر عون عباس: جناب! میں بجٹ پر بات کر رہا ہوں کیونکہ اس میں ڈیڑھ کھرب روپے رکھ دیے ہیں۔ آخری ایک مزے کی بات ہے کہ اس وقت پاکستان میں 30 لاکھ retailers کی دکانیں ہیں اور FBR کے پاس registered صرف 50 ہزار ہیں، ان پر tax نہیں لگایا، 30 لاکھ دکانوں والے پیسے بنا رہے ہیں۔ آپ کو پتا ہے کہ FBR میں 5000 registered سنارے ہیں اور پاکستان میں کسی سے پوچھیں تو وہ کہتا ہے کہ میں تو 50 ہزار روپے کماتا ہوں، پاکستان کا سنار 50 ہزار روپے ماہانہ کماتا ہے، اس کو tax net میں نہیں لانا کیونکہ vote bank متاثر ہوگا۔۔۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ کا شکریہ۔ آپ نے بطور ایک رکن 10 minutes بات کی ہے۔

سینیٹر عون عباس: جناب! آپ بات سن لیں۔ سب نے تیس تیس منٹ بات کی ہے، میں تو taxation پر بات کر رہا ہوں۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ نے سب سے زیادہ بات کی ہے، آپ کا شکریہ۔ سینیٹر ضمیر حسین گھمرو صاحب! آپ بات کریں۔

Senator Zamir Hussain Ghumro

سینیٹر ضمیر حسین گھمرو: جناب چیئرمین! آپ کا بہت شکریہ۔ میں ابھی بجٹ کے figures بیان کر رہا تھا تو اچانک یہاں سے قیدی کے قیدی بولنے لگے، ہم بجٹ پر بات کرنے آئے ہیں لیکن میں قیدی کے قیدی کو بعد میں جواب دوں گا۔ میں پہلے بجٹ پر بات کروں گا، Leader of the Opposition نے بھی ہمارے خلاف بات کی ہے، تنقید آسان ہوتی ہے لیکن اس کو دل جگر کے ساتھ برداشت کریں، یہ قیدی کے قیدی ہیں۔ میں پہلے بجٹ پر بات کروں گا پھر میں قیدی کے قیدی کو جواب دوں گا۔

جناب! پاکستان کی تلخ حقیقت ہے کہ یہ ملک موجودہ صورت حال میں کیسے پہنچا ہے اور جو بجٹ کے figures ہیں، وہ بجٹ میں کیسے رکھے گئے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ملک اس نہج پر پہنچا ہے، 2018 کی حکومت نے 24000 billion کا قرضہ لیا تھا اور انہوں نے ملک کو اس نہج پر پہنچایا، ملک کی تاریخ میں کبھی ایسا قرضہ نہیں لیا گیا۔ یہ خوبصورت تقریر کرتے ہیں کہ ہم نے یہ کیا، ہم نے یہ کیا اور فیض یاب ہو کر آئے تھے اور انہوں نے حکومت پر قبضہ کیا تھا، یہ غیر آئینی طور پر آئے تھے۔ ہم اس وقت form 45 کی counting کے لیے جاتے تھے تو order نہیں ہوتا تھا۔ میں اس پر بعد میں آؤں گا لیکن میں بجٹ کے اعداد و شمار بیان کر دوں۔ جناب! بجٹ کے اعداد و شمار یہ ہیں کہ اب جو ملک کا tax revenue مقرر کیا گیا ہے، وہ 12.7 trillion ہے، 12700 billion ہے۔ اس میں جو misconception ہے، یہ 7.4 trillion صوبوں کو جائے گا، وہ NFC صوبوں کو دیتا ہے، وفاقی حکومت صوبوں کو پیسے نہیں دیتی کیونکہ وفاقی حکومت کو بھی پیسے NFC دیتا ہے۔ یہاں پر بجٹ پیش کرنے سے پہلے یہ کیا جائے کہ ہمارا جو وفاقی حکومت کا tax revenue ہے جو NFC سے آتا ہے، وہ 5.6 trillion ہے جو tax revenue ہے۔ باقی non-tax کا around 5000 billion Federal Government revenue ہے، Federal Government کے پاس around 10.8 trillion کا revenue موجود ہوگا، یہ وفاقی حکومت کے پاس ہوگا لیکن Federal Government کا expenditure 17000 billion ہے، جناب! وہ 17 trillion ہے۔

جناب! ملک کی جو موجودہ صورت حال ہے، اس میں around 10 trillion lending institutions لے جائیں گے تو جو ملک اور وفاقی حکومت کے پاس پیسا بچے گا، وہ 8. trillion ہو گا اور اس کا expenditure 17 trillion ہو گا۔ ملک اس نہج پر کیسے پہنچا، ہم سارا پیسا lending institutions کو دیں گے اور ساری income دیں گے۔ ہم اپنی حکومت چلانے کے لیے 7000 billion قرضہ دیں گے۔ جناب! اس بجٹ میں 4 heads ہیں جو mainly 4 heads ہیں، ایک debt servicing ہے، دوسرا defence ہے، تیسرا civilian expenditure ہے جس میں pensions بھی آ جاتی ہیں اور چوتھا Public Sector Development Programme ہے۔ اس میں دو aspects ہیں جو defence budget ہے اور جو debt servicing ہے، اس سے کوئی انکار نہیں کیا سکتا، آپ اس کو کیسے touch کریں گے کیونکہ lending institutions کو پیسے دینے ہیں، آپ کے 10 trillion وہاں چلے جائیں گے اور defence 2100 billion کے ہیں۔ آپ کا باقی جو space بچتا ہے، وہ PSDP and Civilian Expenditure ہے۔ PSDP and Civilian Expenditure میں ہی space بچتی ہے کہ آپ ملک کو کیا دیں گے؟ ظاہر ہے وفاقی حکومت ملک کو Public Sector Development Programme دے گی۔ نمبر دو ہے، وہ Civilian Expenditure ہے تو Civilian Expenditure کے حوالے سے ملک پر اتنا قرضہ چڑھ گیا ہے تو مجھے غالب کا ایک شعر یاد آ رہا ہے کہ،

قرض کی پیتے تھے مے لیکن سمجھتے تھے کہ ہاں

رنگ لاوے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن

یہ اس context میں ہی ہے کہ یہ issue نہیں ہے کہ ہم اس crisis سے کیسے نکلیں۔ یہ questions ہیں کہ اس کے causes کیا ہیں؟ اس crisis کے causes کیا ہیں؟ ہم اگر causes نہیں سمجھیں گے تو ہم solution کی طرف نہیں جائیں گے۔ جناب! ان کے دو causes ہیں، ایک نمبر جو cause ہے، وہ یہ ہے کہ کبھی اس ملک میں اس پارلیمنٹ کو ختم کیا گیا

اور کبھی fetter کیا گیا ، نمبر1 یہ reason ہے۔ 2018 کی پارلیمنٹ بھی fettered Parliament تھی، وہ لائی گئی تھی۔

جناب! دوسری جو reason ہے کہ جب ملک میں مارشل لاء یا fettered Parliament آئی تو ملک میں Federal نظام کی بجائے Federal Government میں واحدانی طرز حکومت کا system impose کیا گیا جس میں Provincial Departments and parallel Provincial Government قائم کی گئی، اس کو چلانے کے لیے ملک میں قرضے لیے گئے جس وجہ سے ملک مقروض ہو گیا۔ ہم پوری income 10000 billion landing institutions کو دے رہے ہیں۔ یہاں کیسے پہنچے جناب؟ آج کی پارلیمنٹ کو بھی مخصوص سیٹوں کی وجہ سے fetter کیا گیا ہے، اسے بھی two third majority حاصل نہیں ہے۔ 2018 کی پارلیمنٹ وہ بھی fettered تھی، ابھی مخصوص سیٹوں کے excuse پر ہماری two third majority حکومت سے چھین لی گئی ہے۔ یہ جو پیپلز پارٹی کی بات کرتے ہیں انہیں پیپلز پارٹی کی history کا پتا نہیں ہے۔ میں جب پیپلز پارٹی کی history بتاؤں گا تو یہ بچوں کو جا کر بتائیں گے کہ پیپلز پارٹی کے شہید ذوالفقار علی بھٹو نے اپنی سیاسی جدوجہد کے ذریعے دو dictators کو گھر بھیجا۔ شہید بے نظیر بھٹو نے اپنی سیاسی جدوجہد کے ذریعے ایشیا کے model dictator کو گھر بھیجا۔ شہید بے نظیر بھٹو اور صدر آصف علی زرداری کی جدوجہد کی وجہ سے جنرل مشرف کو گھر بھیجا گیا۔ 2022 میں جو selected فیض یاب ہوا تھا، چیئرمین بلاول بھٹو زرداری نے اسے گھر بھیجا۔ یہ ہماری تاریخ ہے، جب بھی پارلیمنٹ کو ختم کیا، ہم جیلوں میں چلے گئے، ہم شہید ہوئے۔ جب بھی پارلیمنٹ کو fetter کیا گیا میدان میں ہم تھے اور کوئی نہیں تھا۔ 2013 کی حکومت اور پارلیمنٹ کے خلاف کس نے سازش کی، کون mob لے کر آیا تھا، ہم ہی پارلیمنٹ کے ساتھ کھڑے تھے، ہم ان کے ساتھ agree نہیں کرتے تھے لیکن پارلیمنٹ کے ساتھ ہم کھڑے تھے۔ 2018 میں یہ پارلیمنٹ کو ختم کرنا چاہتے تھے کیونکہ انہیں فیض یاب ہونے کی عادت ہے وہ فیض یاب نہیں ہو رہے تھے تو پارلیمنٹ کو rescue کرنے کے لیے کون آیا؟

ہم Constitutionally no confidence لائے اور selected کو گھر بھیجا۔ ہماری تاریخ تو یہ ہے اور یہ کہتے ہیں کہ پیپلز پارٹی MQM-2 ہے۔ یہ blackmailing کرکے اقتدار میں آئے تھے، senior leader نے وہ ذکر کیا، یہ blackmailing کرکے اور فیض یاب ہو کر اقتدار میں آئے تھے، خود کو MQM نہیں کہتے ہیں۔ یہ ابھی بھی کوشش کر رہے ہیں کہ فیض یاب ہو کر اقتدار میں آ جائیں، ابھی بھی یہ political forces سے بات نہیں کر رہے ہیں، یہ قیدی کے قیدی ہیں، ان سے instructions لیتے ہیں، یہ in fetters نہیں ہیں، یہ اپنی تقریر کرکے چلے جاتے ہیں۔ آپ میں دل جگر ہونا چاہیے کہ ہمیں بھی سنیں۔ پاکستان میں جب پارلیمنٹ کو ختم اور fetter کیا گیا اس وجہ سے ملک اس نہج پر پہنچا ہے جس میں یہ بھی شامل ہیں۔ ہم شامل نہیں ہیں۔ پارلیمنٹ پر جب بھی ایسا وقت آیا ہم پارلیمنٹ کے ساتھ رہے۔

جناب چیئرمین! ملک کے اس نہج پر پہنچنے کا دوسرا aspect یہ ہے کہ federal system کو واحدانیت طرز عمل میں تبدیل کیا گیا ہے۔ یہاں پر آدھی سے زیادہ Ministries Provincial ہیں۔ ملک کے immediate two issues ہیں جو کہ economy and law and order ہیں۔ جناب اکانومی industry, agriculture and energy پر چلتی ہے۔ Constitution میں یہ تینوں subjects Provincial ہیں اور انہوں نے ان کی Ministries بنا کر رکھی ہیں۔ ہم نے ان سے کہا کہ 18th Amendment کے بعد ان Ministries کو ختم کرو۔ Economy صوبوں کی ہوتی ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ کے پاس ایک منٹ اور ہے۔

سینیٹر ضمیر حسین گھمرو: جناب میں تھوڑا وقت لوں گا کیونکہ سینیٹ میں میری جماعت majority party ہے اور ہماری طرف سے صرف ایک سپیکر بولا ہے اور انہوں نے ہمارے خلاف تقاریر کی ہیں۔ میں بات کر رہا تھا کہ economy and law and order کے بارے میں سب کہتے ہیں کہ یہ ملک کے immediate issues ہیں جو کہ ہیں بھی۔ Economy, Industry, agriculture and energy یہ تینوں Provincial subjects ہیں۔ آئین کے آرٹیکل 137 میں لکھا ہوا ہے کہ صوبے electricity

کریں گے، اس کی قیمت مقرر کریں گے، صوبے میں distribute and generate lines بچھائیں گے لیکن اس پر تو عمل نہیں ہوا ہے، انہوں نے تو Ministry قائم کر دی ہے۔ اس کے علاوہ law and order and policing is your Provincial subject لیکن اسے صوبے تو نہیں چلا رہے ہیں، یہاں سے Ministry of Interior چلا رہی ہے۔ اس وجہ سے ہم نے انہیں proposal بھیجا کہ 18th Amendment کے بعد ہمیں جو fiscal space ملے گا وہ جو civilian expenditure ہے اس میں آپ یہ چیز ختم کر دیں جیسا کہ ابھی تاج حیدر صاحب نے بھی کہا آپ 17 Divisions ختم کر دیں اور اس سے آپ کو 328 ارب روپے بچیں گے اور اس سے آپ عوام کو immediate relief دے سکتے ہیں۔ ہمارا جو بھی اختلاف ہوتا ہے وہ عوام کے لیے ہوتا ہے، ابھی کسی سپیکر نے کہا کہ آپ نے ایک دو سکیموں کے لیے پھڈا ڈالا ہوا ہے۔ ہم نے یہ کہا ہے کہ PSDP کہاں خرچ ہو گی، less developed areas میں کیونکہ یہ ہماری جماعت کا اصولی موقف ہے اور صوبوں میں اس کی sharing کیسے ہو گی، یہ ہماری پیپلز پارٹی کا موقف ہے، یہ نہیں ہے کہ ہم چھوٹی چھوٹی باتوں پر PTI کی طرح کسی کو blackmail کرتے ہیں، کبھی Establishment کو کرتے ہیں، کبھی judiciary کو کرتے ہیں، یہ ہماری جماعت نہیں کرتی۔ .Pot calling the kettle black ان کا یہی طرز عمل ہے۔

جناب چیئرمین! میرے خیال میں ہمارے ہاں 18th Amendment کے بعد جو crises ہوئے ہیں ان میں ہماری یونیورسٹیوں کا بڑا crises ہے جس میں ہماری سندھ یونیورسٹی ہے، لطیف یونیورسٹی ہے، ڈاؤ میڈیکل اور کراچی یونیورسٹی ہے، اس میں teachers and students بہت متاثر ہوئے ہیں کیونکہ federal funding freeze ہو گئی ہے۔ Federal Government نے اٹھارہویں ترمیم کے دوران یہ ذمہ لیا تھا کہ Higher Education is not a federal subject. Standards in Higher Education is a subject of CCI کا subject ہے جو کہ Federal Legislative List Part-II میں ہے، تو انہوں نے غیر قانونی طور پر HEC کو جاری بھی رکھا اور ہمیں کہا کہ ہم Universities کو funding کریں گے تو اگر ابھی یونیوسٹیوں کو

funds نہیں ملیں گے تو students and teachers سڑکوں پر ہوں گے۔ ہماری یہی گزارش ہے کہ یونیورسٹیوں کو funding کرنے کا کوئی طریقہ نکالا جائے اور ملک کو جو immediate relief مل سکتا ہے وہ civilian expenditure سے مل سکتا ہے کیونکہ آپ defence کو cut نہیں کر سکتے ہیں، آپ debt servicing کو cut نہیں کر سکتے ہیں، آپ PSDP کو cut نہیں کر سکتے کیونکہ وہ ملک کو درکار ہے۔ سندھ اور بلوچستان میں 2022 میں جو devastating rain floods آئے اس سے ہمارا پورا infrastructure تباہ ہو گیا ہے لیکن ہمارا موٹروے ابھی تک نہیں بنا۔ کراچی سے پشاور تک موٹروے کی سکیم تھی، سکھر تک بن گیا ہے، سکھر سے حیدرآباد تک موٹروے کی سکیم رہتی ہے، بلوچستان اور سندھ کا infrastructure یہ تقاضا کرتا ہے کہ ہمارے infrastructure کو ٹھیک کیا جائے۔ شکریہ جناب۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ۔ سینیٹر دنیش کمار صاحب۔

Senator Danesh Kumar

سینیٹر دنیش کمار: بہت بہت شکریہ، جناب چیئرمین! یہاں پر بجٹ کے حوالے سے ہمارے دوستوں نے سیر حاصل گفتگو کی۔ چونکہ میں حکومت کا اتحادی ہوں اس لیے مجھے بھی یہ محسوس ہو رہا ہے کہ ہمارے وزراء صاحبان غائب ہیں، لہٰذا بحیثیت حکومتی اتحادی، بحیثیت parliamentarian اور بحیثیت رکن ایوان بالا میں سمجھتا ہوں کہ میرے لیے بھی [***][2] ہے کہ یہاں بیٹھ کر صرف دیواروں سے باتیں کریں اور کوئی منسٹر سننے والا نہیں ہے۔

جناب چیئرمین! مجھے صرف ایک بات بتا دیں کہ بجٹ پر ہمارے بولنے کا کیا فائدہ ہو گا؟ جو پالیسی ساز ہیں، جو منسٹرز صاحبان ہیں وہ یہاں پر موجود ہی نہیں ہیں تو ہم کسے سنائیں گے۔ آپ دیکھیں کہ صرف دو افسران کے علاوہ کوئی نہیں ہے، دو افسران موجود ہیں وہ بھی پتا نہیں کون سے گریڈ کے ہیں۔ بیوروکریسی بھی نہیں بیٹھی ہے، ہمارے لیے [***] ہے۔ میں کہتا ہوں کہ آپ بحیثیت custodian of the House آج ایک ruling دیں کہ اگر یہاں پر کوئی منسٹر نہیں بیٹھتا یا

[2] [Words expunged as ordered by the Chair]

کوئی آفیسر نہیں آتا ہے تو آپ انہیں نوکری سے نکال دیں۔ منسٹرز کو اس ایوان سے برطرف کر دیں، یہ آپ کا اختیار ہے۔ جناب یہ ہم کسے سنائیں؟ مجھے بتائیں ہم کسے سنائیں۔ یہ بھاری بھر کم کتابیں بیوروکریسی نے بنا کر رکھی ہیں۔ ہمیں کہا گیا ہے کہ ہم عوامی نمائندے بجٹ پر بحث کریں۔ جناب اس بحث کے لیے 14 دن دیے جاتے ہیں، مجھے یہ بتائیں کہ ہم یہ بھاری بھر کم کتابیں کتنے دنوں میں پڑھیں گے اور کیا کریں گے۔ یہ سارا قوم کے پیسے کا زیاں ہے، قوم کے پیسوں کی لوٹ مار ہے، اس ٹھنڈے air conditioned ماحول میں بیٹھ کر ہم قوم کا پیسا لوٹ رہے ہیں۔ اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اتنے بڑے پلندے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں آپ کو حلفیہ کہتا ہوں، میرے دوست بھی بیٹھے ہیں اور بشمول میرے کہ میں ان کتابوں کا ایک فیصد بھی نہیں پڑھتا ہوں۔ میرے دوست مجھے بتائیں کہ کیا انہوں نے اسے پڑھا ہے؟ کوئی بھی نہیں پڑھتا، صرف یہ عوام کو بے وقوف بنانے کے لیے ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: ایک منٹ۔ دنیش صاحب! آپ ماشاءاللہ بہت sharp اور ذہین ہیں۔ آپ پاکستان کے اتنے بڑے ایوان کے ممبر ہیں، ذاتی جملوں یہ [***]3 کو کارروائی سے حذف کیا جاتا ہے۔

سینیٹر دنیش کمار: جناب والا! میں اپنے اوپر لیتا ہوں، میں کسی اور کو نہیں بولتا، میرا ضمیر ملامت کرتا ہے کہ ہم عوام کے پیسوں اور ان کے taxes سے یہاں بیٹھے ہوئے ہیں اور فضول کارروائیاں کر رہے ہیں۔ یہاں کوئی بھی سننے والا نہیں ہے، ہم صرف باتیں کرتے ہیں۔ جناب چیئرمین! آپ کہتے ہیں کہ بجٹ پر بحث کریں، چلیں ٹھیک ہے ہم آپ کو ہی سنا رہے ہیں شاید ہو سکتا ہے کہ آپ ہی ہمارا وسیلہ بنیں، آپ کے توسط سے شاید کوئی ہماری بات سن لے۔ ہم بلوچستان کے لوگ مظلوم لوگ ہیں۔ جب میں budget book دیکھتا ہوں، موجودہ PSDP دیکھتا ہوں، یہ کتاب ہے۔ پہلے میں آپ کی توجہ مبذول کرواتا ہوں کہ اس کتاب میں کافی صفحات خالی بھی ہیں۔ آپ دیکھیں یہاں لکھا ہوا ہے لیکن schemes کا نام نہیں ہے۔ ہمارے ساتھ یہ بے ایمانی بھی کی جاتی ہے کہ ہمیں جو کتابیں دی جاتی ہیں، جن پر اہم schemes ہونی چاہییں وہ نہیں ہوتی ہیں۔

3 [Words expunged as ordered by the Chair]

میں آپ کو دکھا رہا ہوں کہ اس میں ایسے کئی صفحات ہیں جنہیں کسی نے note بھی نہیں کیا ہوگا۔ میں اس لیے note کرتا ہوں کہ میں دیکھتا ہوں کہ بلوچستان کی کتنی schemes ہیں؟

جناب والا! آپ بھی بلوچستان کے بیٹے ہیں، میرے لیے شرمندگی کا مقام ہے اور آپ کے لیے بھی شرمندگی کا مقام ہے کہ صوبوں کو جو schemes دی گئی ہیں، اس میں بلوچستان کی صرف two schemes شامل ہیں۔ کہتے ہیں کہ بلوچستان زمین کے حساب سے 44% ہے اور اس کتاب میں صوبوں کے حوالے سے two schemes ہیں۔ وزیراعلیٰ بلوچستان سے میری بات ہوئی تھی تو میں نے کہا کہ آپ مشترکہ مفادات کونسل کے اجلاس میں شرکت کے لیے آئے ہیں، انہوں نے کہا کہ میں 72 schemes لایا ہوں اور ساری کی ساری schemes ہوں گی لیکن آج میں دیکھ رہا ہوں کہ ان 72 schemes سے صرف two schemes منظور ہوئی ہیں۔ جناب والا! یہ ظلم ہے، آپ بلوچستان کے بیٹے ہیں، اگر آج آپ نے یہ نہیں کیا تو یقین جانیں کہ میں بلوچستان جاؤں گا تو مجھے گندے انڈے پڑیں گے، سب کو گندے انڈے پڑیں گے۔ بلوچستان کے عوام ہمیں نہیں بخشیں گے۔

جناب والا! National Highway Authority کا بجٹ 180 billion کا ہے۔ پیپلز پارٹی، مسلم لیگ (ن) کے دوستو آپ سنیں، کھمرو صاحب نے بہت اچھی بات کی، انہوں نے کہا کہ پیپلز پارٹی نے stand لیا ہے کہ صوبوں کے کم ترقی یافتہ علاقوں پر پیسے خرچ کیے جائیں گے۔ کھمرو صاحب! آپ دیکھیں کہ بلوچستان کی ایک highway ہے جسے ہم دہشت گرد کہتے ہیں، یہ خونی شاہراہ ہے۔ سیدال ناصر صاحب! آپ مجھے بتائیں، آپ بھی اس علاقے کے ہیں، مجھے بلوچستان کا کوئی ایسا آدمی بتائیں کہ جس کی اس خونی شاہراہ نے جان نہ لی ہو۔ کراچی سے کوئٹہ تک شاہراہ پر اتنے لوگ شہید ہوئے، میں ان لوگوں کو شہید کہوں گا، اتنے لوگ شہید ہوئے ہیں جتنے بلوچستان میں دہشت گردی میں نہیں ہوئے۔ اس لیے ہم نے شاہراہ کا نام دہشت گرد شاہراہ رکھا ہوا ہے۔ وہاں مسئلہ کیا ہے کیونکہ وہ single شاہراہ ہے۔ آپ نے پنجاب میں، سندھ میں اور خیبر پختونخوا میں motorways بنا دی ہیں، بہت اچھا کیا، بلوچستان میں motorway کا نام نہیں ہے۔ ایک M-8 motorway ہے لیکن وہ بھی motorway نہیں ہے۔ کراچی سے کوئٹہ

جانے والی شاہراہ ہماری شہ رگ ہے۔ جب میں اس ایوان میں شرکت کے لیے آتا ہوں تو یقین جانیں کہ وہاں گاڑیوں کے حادثات ہوئے، لوگ زندہ جل کر کوئلہ بن گئے۔ اس شاہراہ نے پچھلے دس سالوں میں چھ ہزار لوگوں کی جانیں لی ہیں۔ اس شاہراہ نے کتنے بچوں کو یتیم کر دیا ہے، کتنی عورتوں کو بیوہ کر دیا ہے۔ یہ چوتھا بجٹ ہے، میں اس خونی شاہراہ کے حوالے سے یہاں بک بک کر تھک گیا ہوں۔ اس خونی شاہراہ کی dualization کے لیے تین سالوں سے project چل رہا ہے۔ آپ کے لیے حیرانی کی بات ہو گی کہ اس مرتبہ بھی allocation 5% رکھی گئی ہے۔ جناب والا! اگر اسی طرح وہ 5%, 5 دیں گے تو یہ شاہراہ بیس سالوں میں complete ہو گی اور بیس سالوں میں جتنے جنازے اٹھیں گے، جتنے لوگ وہاں شہید ہوں گے، ان کے قاتل ہم اور آپ ہوں گے۔ اگر ہم نے اب بھی اس چیز کو نہیں سمجھا تو میں سمجھتا ہوں کہ ان کے قاتل ہم اور آپ ہیں۔ یہاں ضمیر مر چکا ہے، اس کی طرف کوئی بھی توجہ نہیں دے گا۔

جناب چیئرمین! میں جب بجٹ پڑھتا ہوں تو مجھے تو حیرانی ہوتی ہے اور دیکھتا ہوں کہ اس مرتبہ بھی 8000 billion rupees کا خسارہ ہے۔ پچھلی مرتبہ بھی 7000 billion rupees کا خسارہ تھا، اس سے پچھلی مرتبہ بھی خسارہ تھا۔ خسارے پر خسارہ، خسارے پر خسارہ اور ہم یہ خسارہ قرض لے کر پورا کر رہے ہیں۔ ہم کہاں ڈوبتے جا رہے ہیں؟ ہم کس طرح ملک کی معیشت کو آگے لے کر جائیں گے؟ ہم کبوتر کی طرح آنکھیں بند کیے ہوئے ہیں۔ اللہ کو مانیں، ہمارے جو اربابِ اختیار بیٹھے ہوئے ہیں، انہیں کہیں کہ اس طرح نہ کریں، اگر اس طرح ہوا تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ دن دور نہیں ہو گا کہ ہم افریقی ممالک سے بھی نیچے کی سطح پر آ جائیں گے۔ میں حقیقت بتا رہا ہوں، مجھے کبھی کبھار سخت افسوس ہوتا ہے کہ ہماری حکومت سود پر سود لیتی جا رہی ہے اور میں نے اس بجٹ میں ایک چیز جو دیکھی کہ ہم سود تو لے رہے ہیں، دوسرے ممالک سے سود پر پیسے لے رہے ہیں۔ آپ حیران ہوں گے کہ وفاق سود پر صوبوں کو پیسے دے رہا ہے۔ میرے استاد مولانا واسع صاحب بیٹھے ہوئے ہیں، ہم نے ان سے اسلامی تعلیمات کے حوالے سے بھی۔۔۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی آپ کا ایک منٹ باقی ہے۔

سینیٹر دنیش کمار: جناب چیئرمین! میں حیران ہوں کہ جب بھی بلوچستان کا مسئلہ آتا ہے، آپ تو son of soil ہیں۔ یہاں لوگوں نے گھنٹہ گھنٹہ فضول باتیں کیں اور ہمیں آپ کہتے ہیں۔۔۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: دنیش کمار صاحب! ایک منٹ۔ آپ 2018 سے اس ایوان میں ہیں۔ آپ وقت کا خیال رکھیں۔

سینیٹر دنیش کمار: جی میں 2018 سے اس ایوان میں ہوں۔ ابھی بیس بیس منٹ لوگوں نے میرے سامنے بات کی ہے۔ وہ powerful ہیں اور میں اقلیت کا نمائندہ ہوں۔ میں آپ کو ایک بات بتانا چاہتا ہوں کہ میں پاکستان کی پوری اقلیتوں کی نمائندگی کر رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ تقریر نہ کریں، تجاویز دیں۔

سینیٹر دنیش کمار: جناب چیئرمین! میں بجٹ پر تقریر کر رہا ہوں۔ میں اب اصل بات کی طرف آتا ہوں۔ جب میں سود کی بات سنتا ہوں، میں نے سنا ہے بلکہ میں نے پڑھا بھی ہے، میں آپ کو ترجمہ سناتا ہوں، سورۃ البقرۃ آیات نمبر ۲۷۸ میں ہے کہ 'اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو کچھ سود کا بقایا ہے اس کو چھوڑ دو اگر تم ایمان والے ہو'۔ اسی طرح سورۃ البقرہ آیات نمبر ۲۷۹ ہے کہ 'اگر تم نے نہ چھوڑا تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے تمہارے خلاف اعلان جنگ ہے، اور اگر توبہ کرلو تو اصل مال تمہارا تمہارے واسطے ہے، نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا'۔ جب قرآن شریف کہتا ہے، جب اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ سود حرام ہے، اللہ تعالیٰ سے جنگ ہے لیکن یہاں پر سود لیا بھی جارہا ہے اور سود دیا بھی جارہا ہے تو مجھے بتائیں کہ ہمارا ملک خاک ترقی کرے گا۔ آپ کہتے ہیں کہ آپ کا قانون قرآن و سنت سے ہٹ کر نہیں ہے، بحیثیت غیر مسلم بھی مجھے شرم آتی ہے کہ آپ یہ کام کر رہے ہیں۔ یہ میں نہیں کہہ رہا ہوں، یہ قرآن کہہ رہا ہے۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین: Committee Room میں اجلاس ہو رہے ہیں، وہاں وزراء ہیں، officers بھی ہیں، meetings ہو رہی ہیں۔ اس وقت ایوان میں ذمہ دارانofficers بیٹھے ہوئے ہیں۔

سینیٹر دنیش کمار: جناب والا! کہاں ذمہ دارofficers بیٹھے ہوئے ہیں، مجھے ان کی حاضری دکھائیں کہ کون سے officers ہیں، تینofficers ہیں۔آج P&D, Financeکے officers ہونے چاہییں تھے، چالیس وزارتوں کا ایک ایک officer بھی ہوتا تو آپ کی galleries بھری ہوئی ہوتیں۔ جناب والا! یہ سفید جھوٹ ہے،آپ کیمرے کی طرف دیکھیں،اگر آپ کو سامنے کوئی نظر آ جائے۔ میں اس چیز پر boycott کرتا ہوں۔ جناب چیئرمین! چالیس وزارتیں ہیںآپ مجھے چالیس آفیسران دکھائیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: یہاں پرFBR کے افسران بیٹھے ہوئے ہیں،Financeکے بیٹھے ہیں، یہاں سب موجود ہیں۔آپ بیٹھ جائیں۔آپ تقریر زیادہ کرتے ہیں تجویز کم دیتے ہیں۔

سینیٹر دنیش کمار: جناب چیئرمین! یہ تقریر نہیں ہے میں تجویز دے رہا ہوں مگر تجاویز note کرنے والا بھی یہاں کوئی ہوتا۔ تجاویزnote کرنے والا کوئی بھی نہیں ہے۔ میں بات ختم کرتا ہوں ایک میری معمولی سی گزارش ہے کہ جب ہم سے کہا جاتا ہے کہ آپ recommendationsدیں ہم recommendationsدیتے ہیں۔ آپ تین سال کا recordدیکھیں Planning and Developmentمیں ہم نے recommendationsدی ہیں لیکن کسی ایک recommendationپر بھی عمل درآمد نہیں ہوا۔آج آپrulingدیں، ہمrecommendationsدیتے ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ تجویز دے دیں۔ آپ recommendations written formمیں دیں۔

سینیٹر دنیش کمار: میں written formمیں دوں گا مگرآپ rulingدیں۔ میں جو written formمیںrecommendationsدوں گااس پر کم از کم 50% عمل ہو۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ یاد رکھیں کہ آپ کی جتنی recommendations ہیں جو آپ کا point of view ہے اس کو ہم متعلقہ وزیر کے پاس بھی بھیج دیں گے اور میرے 2.5 months کی کارکردگی آپ دیکھ رہے ہیں اور میں بھی آپ کی 7 years کا tenure دیکھ رہا ہوں۔

سینیٹر دنیش کمار: جناب چیئرمین! میری بھی ایک prediction سن لیں یہ تمام لوگ گواہ ہیں کہ Planning and Development کی تجاویز سب دیں اگر ایک بھی تجویز پر عمل ہوا میں، دنیش کمار ایک سال اجلاس attend نہیں کروں گا۔ بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: ڈاکٹر افنان اللہ صاحب۔

Senator Dr. Afnan Ullah Khan

سینیٹر ڈاکٹر افنان اللہ خان: جناب چیئرمین! بہت شکریہ۔ میری budget کے اوپر تقریر نہیں ہے چونکہ کچھ باتیں یہاں کی گئی ہیں ان کو address کرنے کے لیے مختصر سی بات کروں گا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ budget پر بات کریں، کوشش کریں budget پر focus رکھیں۔

سینیٹر ڈاکٹر افنان اللہ خان: میں جواب دینے کے لیے صرف دو منٹ لوں گا دو منٹ سے زیادہ نہیں لوں گا۔ ہمارے PTI کے سینیٹر نے ایک بات فرمائی کہ 1400 ارب روپے PSDP کے اندر جو رکھے جاتے ہیں وہ اس لیے رکھے جاتے ہیں تاکہ MNA's and Senators corruption کر سکیں اور وہ ساری schemes جو MNA's introduce کراتے ہیں یہ اس کی ہے۔ اب یہ بات factually incorrect ہے آپ مجھے بتائیں کہ کیا بھاشا ڈیم بنانے کی کسی MNA or Senator نے recommendation دی ہے یا جو آپ کا 10 billion trees tsunami project ہے کیا اس کے اوپر کسی MNA or Senator کی recommendation ہے یا اس کے اوپر XEN on or Pak-PWD کام کرے گا۔

میں نے اس لیے مختصر سا وقت لیا ہے کہ اس طرح کی باتیں ایوان میں کرکے ایوان کو بدنام کیا جاتا ہے اور ہم سب لوگوں کو بدنام کیا جاتا ہے حالانکہ اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ پھر یہ بات ہوئی کہ Finance Minister Hollandکے ہیں آپ مجھے بتائیں کہ حفیظ شیخ صاحب کون سے ملک کے تھے؟ کیاان کے پاس باہر کی nationalityنہیں تھی؟آپ کے پاس تو آج تک Finance Minsterنہیں ہے،Financeپر بولنے والا کوئی بندہ آپ کے پاس نہیں ہے۔

انہوں نے بار بارSouth Punjabکی بہت ساری محرومیاں گنوائیں۔ یہ چار سال رہ کر گئے ہیں ادھر جب محرومیوں کوaddress کرنے کا وقت تھا تب تو کیا نہیں۔آج میں آپ کو بتارہا ہوں کہ ان شاءاللہ پنجاب کے budgetکے اندرSouth Punjabکے لیے expresswayرکھی گئی ہے جوRajanpur to Bahawalpurتک جائے گی more or lessاور اس سے ایک بہت major impactآئے گاSouth Punjabکے اوپر۔ پھر انہوں نے کہا یہ جوprojectsرکھے گئے ہیں ان میں سے XENاتنا کھائے گا، فلاں اتنا کھائے گا۔ میں اس کے اوپر مختصر بات صرف اس لیے کرنا چاہتا ہوں کیونکہ کبھی کبھی مجھے حیرانگی ہوتی ہے اگر پنجاب میں ایسے ہو گا تو کیا KPمیں سارے فرشتے بیٹھے ہوئے ہیں کہ وہاں پر ایسا نہیں ہوتا۔ آپ بتائیں کہ آپ نے اپنا مسئلہ کتنا سیدھا کیا ہے اور پھر ہر چیز کو دوسرے کے اوپر ایسے ڈال دینا کہ جیسے سارے کا سارا ہمارا ہی قصور ہے۔

میں بس اپنی تقریر ختم کر رہا ہوں انہوں نے agricultureکی بات کی agriculture devolved subjectہے جس کے تحت agricultureکا budgetبنے گاProvinceکے اندر وفاق تو تھوڑا سا معاملہ رکھتے ہیں اس کو لے کر اس پر اتنی لمبی چوڑی بات کر دی گئی۔ میں یہ چند چیزیں address کرنا چاہ رہا تھا بہت شکریہ آپ نے مجھے وقت دیا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی مولانا عبدالواسع صاحب۔

Senator Abdul Wasay

سینیٹر عبدالواسع: (عربی)۔۔۔ جناب چیئرمین! بہت شکریہ۔ آج ایوان بالا میں جس budgetکے متعلق بات ہو رہی ہے نام تو ایوان بالا ہےاور budget Pakistanکا ہے لیکن میں نہیں سمجھتا، میرے دوست دنیش کمار صاحب نے جس طرف اشارہ کر دیا ہے۔ اگر local governmentکا budget بھی ہوتا تو سرد مہری نہیں ہوتی جیسے ہمارے ایوان بالا کے budgetکے اجلاس میں ہے۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ ہمارے حکومتی بھائی بھی اور ہمارے opposition بھائی بھی اپنے آپ کو Parliamentکا memberنہیں سمجھتے ہیں اور نہ ہی اپنے آپ کو ذمہ دار سمجھتے ہیں۔ سب کا یہی خیال ہے کہ ہم جس electionسے آئے ہیں اور جس electionسے کامیاب ہوئے ہیں ہم حقیقی نمائندے تو ہیں نہیں اور جب ہم عوام کے حقیقی نمائندے نہیں ہیں تو ہم کس طرح اس پر بول سکتے ہیں، بات کر سکتے ہیں تو اس وجہ سے یہ سب غیر حاضر ہیں۔ اگر کوئی ایوان بالا کا ذمہ دار ہو تو پھر میں سمجھتا ہوں کہ ذمہ داری کو پورا کرنا چاہیے تھا اور یہ بہت شرمندگی کی بات ہے جس کی طرف دنیش بھائی نے اشارہ کر دیا ہے۔

بہر حال ہمارا جو Senate ہے اس کے اختیارات کے حوالے سے پھر بھی اس طرح ہے کہ نہ ہی ان کا Finance Billمیں voting roleہوتا ہے اور نہ ہی وزیر اعظم کے متعلق ان کا کوئی roleہوتا ہے۔ اسی وجہ سے روزاول سے ہمارے مطالبات یہی ہیں کہ Senateکو Finance bill and Prime Ministerکے انتخابات میں roleدیا جائے۔ اگر ان کا roleہوگا تو پھر اپنے آپ کو ذمہ دار سمجھیں گے ہمارے اختیارات میں روز اول سے کمی ہے جس کے لیے overall ہمارے آئین میں ہمیں ترمیم لے کر آنی چاہیے۔

جناب چیئرمین! جب کسی بھی budgetپر بات ہوتی ہے تو اس budgetمیں دیکھا جاتا ہے کہ بات اس حوالے سے ہے کہ budgetمیں عوام کے لیے کیا reliefہے اور اداروں کے استحقاق کے لیے کتنے fundsرکھے ہیں۔ اس حوالے سے ہمارے budgetپر جو بوجھ ہے اور خسارہ ہے انہوں نے اس کو کتنا کم کر دیا ہے۔ اس پر بحث ہو سکتی ہے اور اس پر تجاویز دے سکتے ہیں کہ پچھلے budgetمیں اتنا خسارہ تھا اور خزانے پر بوجھ تھا اور ابھی اس کو ہم نے اتنا کم کرنا ہے۔ پہلے budgetمیں developmentکے لیے اتنا fundرکھا ہوا تھا اور اب اس budgetمیں

ہم نے انتار کھ دیا ہے اور پہلے ترقی کے لیے یہ طریقہ کار تھا لیکن جب 8000 کا budget میں خسارہ ہو اور ملک 40000, 50000 ارب سے زیادہ کا مقروض ہو تو اب اس مقروض ملک کے budget میں آپ کیا تجویز دے سکتے ہیں اور آپ کیا suggest کر سکتے ہیں کہ اس میں یہ ہونا چاہیے اور یہ نہیں ہونا چاہیے۔

سارے ملک کے مسائل تو ہم اس وقت discuss نہیں کر سکتے لیکن بلوچستان کے حوالے سے ہمارے اس House اور اگر ہمارے Ministers ہوتے یا bureaucrats ہوتے تب ہم ان کی توجہ دلا سکتے تھے بلوچستان کے حوالے سے۔ اس ملک کی development کے لیے ایک CPEC project تھا وہ گزشتہ دور حکوت میں بند ہو گیا لیکن CPEC کے اصل معاملے کی طرف اگر جائیں تو CPEC گوادر بندرگاہ ہی کی وجہ سے China-Pakistan Corridor approve ہو چکے تھے۔ جناب چیئرمین! بلوچستان کے عوام کے لیے 15 اور 20 سالوں سے ان کو باتیں سنائی جا رہی ہیں کہ ہم بلوچستان کو CPEC دے رہے ہیں۔ جناب چیئرمین! آپ کا تعلق بھی بلوچستان سے ہے۔ آپ مجھے بتائیں کہ CPEC کی مد میں ایک اینٹ بھی آج تک بلوچستان میں رکھی گئی ہے۔ یہ سارا project تو گوادر کی وجہ سے ہے۔ پوری دنیا میں کہا جا رہا ہے کہ ہم گوادر میں ایک بہت بڑی بندرگاہ بنا رہے ہیں۔ اس لیے انہوں نے اس corridor کی منظوری دی ہے۔ اب تک 62,63 ارب ڈالر خرچ ہو چکے ہیں یا اس سے بھی زیادہ خرچ ہو چکے ہیں لیکن بلوچستان میں ابھی تک ایک پائی بھی خرچ نہیں ہوئی ہے۔ کبھی Asian Development Bank کے قرضہ جات کو بھی CPEC کا نام دیا جاتا ہے۔ کبھی ورلڈ بنک کا جو قرضہ آتا ہے اس کو CPEC کا نام دیا جاتا ہے۔ CPEC کا ایک روپیہ آج تک بلوچستان میں خرچ نہیں ہوا ہے۔ جناب چیئرمین! اگر حکومت کی توجہ مبذول کروائیں گے اور تاریخ کے حوالے سے بات کریں گے تو آپ کو یاد ہو گا کہ میاں محمد شریف صاحب کی حکومت تھی اور اس وقت All Parties Conference ہوئی۔ اس میں تمام سیاسی جماعتیں شریک تھیں۔ اس کانفرنس میں تمام جماعتوں نے اتفاق رائے سے یہ فیصلہ کر دیا کہ سب سے پہلے مغربی روٹ جو گوادر سے ہوتے ہوئے قلات، قلعہ سیف اللہ، ژوب اور ڈیرہ اسماعیل خان سے نکلتے ہوئے پنجاب کو ملاتے ہیں اس کو بنایا جائے گا۔ سب سے پہلے تمام سیاسی جماعتوں کا یہی فیصلہ تھا لیکن بدقسمتی سے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس وقت میاں نواز شریف

صاحب کی حکومت میں بھی اس پر عمل درآمد نہیں ہو سکا۔ اس کے بعد جب عمران خان صاحب کی حکومت آئی تو بھی اس پر عمل درآمد نہ ہو سکا۔ اب 2024 میں ہم پہنچ گئے تو کہتے ہیں کہ CPEC تو بند ہوگیا ہے۔ کوئی ایک حکومت کو ذمہ دار ٹھہراتا ہے اور کوئی دوسری حکومت کو ذمہ دار ٹھہراتا ہے لیکن بلوچستان کے لوگ کہاں جائیں۔ بلوچستان کے لوگ اپنے اس مسئلے کو کس ایوان میں اور کس دروازے پر پہنچادیں۔ جب ایک مسئلے پر All Parties Conference ہو جائے اور تمام سیاسی قیادت ایک بات پر متفق ہو جاتے ہیں لیکن اب ہم کس شخص سے پوچھیں اور کس ایوان میں پوچھیں کہ بلوچستان کے عوام کے ساتھ یہ زیادتی کیوں ہوئی ہے۔ جناب چیئرمین! پھر میاں نواز شریف جب دوبارہ حکومت میں آئے تو انہوں نے ژوب سے دو طرفہ سڑک بنانے کی منظوری دی تھی اور ہمیں یہ بتایا گیا تھا کہ یہ سڑک فوراً بن جائے گی۔ ہمیں کہا گیا کہ پاکستان میں کسی اور منصوبے پر عمل درآمد ہو یا نہ ہو یہ سڑک ضرور بنے گی۔ مگر بدقسمتی سے آج تک دس پندرہ سال ہو چکے ہیں وہ سڑک نہ بن سکی۔ آج کے بجٹ میں اگر دیکھا جائے کہ کچلاک سے ژوب تک جو منصوبہ ہے اس پر کل اخراجات 65ارب روپے آئیں گے مگر اس منصوبے کے لیے صرف تین ارب روپے رکھے گئے ہیں۔ اب آپ مجھے بتائیں کہ جب اس منصوبے پر کل اخراجات 65ارب روپے آئیں گے اور آپ صرف تین ارب روپے رکھتے ہیں تو اس کو مکمل کرنے میں کتنے سال لگ جائیں گے۔ یہ منصوبہ تو 2050تک بھی مکمل نہیں ہو سکتا۔ یہ بلوچستان کی حالت زار ہے۔

جناب چیئرمین! موجودہ بجٹ میں بلوچستان سے متعلق تو آپ باقی باتیں چھوڑ دیں۔ بلوچستان سے متعلق تو کئی سالوں سے اس طرح کے منصوبے بنتے رہتے ہیں لیکن پھر جب وہاں پر جب ان کو implementation کا مرحلہ آتا ہے تو صرف دو اور تین فیصد بھی خرچ نہیں کرتے۔ صرف بجٹ کتاب میں ہمیں یہ دکھاتے ہیں کہ آپ کے لیے یہ یہ منصوبے ہم نے بنائے ہیں۔ اس مرتبہ ماشاءاللہ انہوں نے اچھی باتیں کی ہیں کہ بجٹ کتاب میں انہوں نے کوئی منصوبہ نہیں بنایا ہے۔ بلوچستان کا نام انہوں نے بجٹ کتاب سے غائب کر دیا۔

جناب چیئرمین! اب بلوچستان کے عوام کہاں جائیں؟ کسی بھی بجٹ میں بے روزگاری ختم کرنے کے لیے منصوبے بنتے ہیں۔ کسی بھی بجٹ میں مہنگائی کم کرنے کے لیے منصوبے بنتے ہیں۔ پھر

اس بے روزگاری اور مہنگائی کو ختم کرنے کے لیے بجٹ میں جب کوئی منصوبہ ہو تو پھر ایوان کے ممبران بشمول اپوزیشن ممبران ایک تجویز دے سکتے ہیں کہ یہ کم ہے یا یہ زیادہ ہے یا اس میں مزید اضافہ کر لو۔ مہنگائی ختم کرنے کو تو چھوڑ دیں اس کو کم کرنے کا بھی کوئی منصوبہ اس بجٹ میں موجود نہیں ہے۔ اس بجٹ میں taxes کی جو بھرمار ہے۔ مہنگائی میں جو اضافہ ہوا ہے۔ بے روزگاری کو ختم کرنے کا نام و نشان اس بجٹ میں نہیں ہے۔ شاید جو لوگ برسر روزگار ہیں ان کو بھی بے روزگار کرانا چاہتے ہیں۔ اب آپ مجھے بتائیں کہ آپ نے جب دنیش صاحب کو کہا کہ آپ تجاویز دے دیں۔ ہم اس پر کیا تجاویز دے سکتے ہیں؟ اس ملک میں اور اس بجٹ میں یہ بہت شرمندگی کی بات ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ ہم سب کی ذمہ داری ہے اور ہم اس پر بات کر لیں کہ بھئی باقی تجاویز تو چھوڑ دیں۔ بجٹ پر سینیٹ اور قومی اسمبلی، حکومتی اور اپوزیشن کے ارکان اس بات پر غور کر لیں کہ اس مقروض ملک کو ہم کب تک اس طرح چلاتے رہیں گے جیسا کہ دنیش نے کہا کہ سود در سود، سود در سود اور سود در سود۔ کب تک ہم ان قرضوں پر سود دیتے رہیں گے۔ کب تک ہم یہ بھیک مانگتے رہیں گے۔ تو کیا ہم ایک خود مختار ملک نہیں ہیں۔ کیا ہم ایک آزاد ملک نہیں ہیں۔ کیا ہمارے ہمسایوں کے ساتھ جو ہمارا مقابلہ ہے۔ ہمارا دشمن ہمسایہ ہندوستان بھی ہے۔ بلکہ ہندوستان کو آپ چھوڑ دیں۔ وہ تو ایک بہت بڑا جمہوری ملک ہے۔ آپ ایران کو چھوڑ دیں وہ بہت ہی بہتر ملک ہے بلکہ جناب چیئرمین! آپ ہمارا موازنہ افغانستان سے کریں۔ افغانستان کی کرنسی کی قیمت ہے اور ہماری کرنسی کی جو حالت ہے۔ اب وہ ہماری کرنسی کا مذاق اڑاتے ہیں۔ جناب چیئرمین! میں اور آپ دونوں بلوچستان کے رہنے والے ہیں۔ افغانستان ہمارے بارڈر پر ہے۔ وہ ایک 40 سالہ جنگ زدہ ملک ہے۔ 45 سپر طاقتی ممالک کے ساتھ انہوں نے مقابلہ کیا اور اپنا ملک بھی آزاد کروایا۔ اب انہوں نے اپنی economy کو اتنا مضبوط کر دیا ہے کہ وہاں پر ڈالر کی قیمت 65 ,60 افغانی روپے کا ہے۔ جب قائد محترم کی قیادت میں ہم افغانستان گئے تھے تو وہاں کے وزیر خزانہ بتا رہا تھا کہ میں تو مزید بھی یہ نرخ کم کر سکتا ہوں لیکن مجھے امیر المومنین اور وزراء اجازت نہیں دیتے ہیں کیونکہ اگر ڈالر زیادہ کم نرخ پر آ جاتا ہے تو پھر تاجر برادری کے لیے نقصان ہے اس لیے انہوں نے اپنے تاجروں کی خاطر اس طرح رکھا ہوا تھا۔

جناب چیئرمین! اب کتنی شرمندگی کی بات ہے۔ افغانستان کے بارے میں ہم کہتے تھے کہ ہم ایک ملک ہیں۔ پہلے ہم افغانستان کا مذاق اڑاتے تھے۔ اب وہ ہمارا اور ہماری کرنسی کا مذاق اڑاتے

ہیں۔ اب آپ مجھے بتائیں کہ حالت ہماری یہ ہے تو پھر بھی ہم کہتے ہیں کہ ہم بالکل ٹھیک جا رہے ہیں۔ بالکل ہمارا ملک صحیح جا رہا ہے۔ کیوں ہمارے اوپر لوگ انگلی اٹھاتے ہیں۔ جناب چیئرمین! میرے خیال میں ہمیں اس پر غور کرنا چاہیے۔

جناب چیئرمین! بلوچستان کے حالات کے بارے میں بتاتا ہوں۔ بلوچستان میں روزگار کی کیا حالت ہے۔ وہاں پر تو کوئی development کا کام ہوتا ہی نہیں ہے کیونکہ 2013 کے بعد وہاں پر جتنی بھی حکومتیں بنی ہیں انہوں نے development کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ جہاں پر development کا کام نہیں ہوتا تو روزگار کے مواقع کہاں پیدا ہوں گے۔ وہاں پر عوام روزگار کو کیسے حاصل کر سکتے ہیں۔ 2013 کے بعد انہوں نے development کے دروازے بند کر دیے ہیں۔ اب وہاں پر آپس میں بندر بانٹ ہو رہا ہے۔ جناب چیئرمین! اب development وہاں پر ہوتا نہیں ہے۔ روزگار وہاں پر ہے ہی نہیں۔ اگر کچھ ملازمتیں بجٹ میں رکھی جاتی ہیں تو آپ کو معلوم ہے اور ہمیں بھی کہ پورے پاکستان کے اندر وہ scale-wise بیچ دی جاتی ہیں۔ کلاس فور کی چار لاکھ، گریڈ 15 والی پندرہ لاکھ، جتنے بھی گریڈ ہیں، اتنا ہی ریٹ ہوتا ہے۔ ابھی ان کا ریٹ بھی double ہو گیا ہے۔

جناب چیئرمین! اس کے ساتھ جو کچھ الیکشن میں ہوا، آپ کے سامنے ہے۔ اب وہاں لوگ روزگار کے لیے کیا کریں؟ وہاں نہ development ہے اور نہ ملازمتیں ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: مولانا صاحب! دس منٹ ہو گئے ہیں۔

سینیٹر عبدالواسع: جناب! میری عرض سنیں۔ یہ تو میری تجاویز ہیں۔ میں تو ابھی تک بلوچستان کے متعلق بات کر رہا ہوں، ابھی تک پاکستان کی طرف نہیں آیا۔ پاکستان کی مبارک ہو ان لوگوں کو لیکن ہم غریب بلوچستان کے لیے بات کرتے ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: میں نے کہا کہ آپ کا time پورا ہو گیا ہے، پندرہ منٹ ہو گئے ہیں۔

سینیٹر عبدالواسع: جناب چیئرمین! میری عرض سنیں۔ بجٹ کے حوالے سے time کی تھوڑی relaxation ہونی چاہیے۔ وہاں زراعت کی صورت میں ان کے لیے روزگار کا ایک موقع ہے لیکن آپ کو معلوم ہے کہ انہیں بجلی صرف دو گھنٹے کے لیے ملتی ہے۔ اب دو گھنٹے میں وہ باغات کیسے سیراب کر سکتے ہیں اور اپنی زراعت کو کیسے آگے بڑھا سکتے ہیں۔ اب تو حکومت نے فیصلہ کیا ہوا ہے کہ دو مہینے تک ہم آپ کو بجلی دیں گے، پھر آپ کو سرے سے بجلی نہیں دیں گے۔ حکومت نے کہا کہ ہم solar پر لائیں گے لیکن ہمیں یقین ہے کہ وہ نہیں دے سکتے کیونکہ ان کے پاس کچھ ہے ہی نہیں تو کیا دے پائیں گے۔ لہٰذا، بجلی نہ ہونے کی وجہ سے وہاں پر زراعت کا شعبہ تو تباہ ہو گیا۔

دوسری بات، وہاں جو border کے حالات ہیں، وہ بھی آپ کے سامنے ہیں۔ ان لوگوں کا ذریعہ معاش اور ذریعہ روزگار border پر منحصر تھا۔ شرم اور افسوس کی بات ہے ہمارے چمن کے بھائیوں نے آٹھ مہینے تک کتنا پرامن احتجاج کیا۔ وہاں بہت بڑی تعداد میں ہزاروں لوگ روزانہ دھرنے میں بیٹھے اور پرامن طور پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اس میں سب سے بڑا کردار جمعیت علماء اسلام کا ہے کیونکہ ان کے دھرنے کا جو امیر ہے، وہ امیر جمعیتِ علماءِ اسلام ہے۔ ہم نے لوگوں کو اس طرح پرامن طریقے سے بٹھایا ہوا ہے لیکن دھرنا کس لیے ہوتا ہے؟ دھرنا کوئی دہشت گردی تو نہیں ہوتا۔ یہ ایک پرامن احتجاج ہے۔ وہ اپنے حکمرانوں سے مطالبہ کرتے ہیں کہ خدارا! ہمارے روزگار کو بند نہ کیا جائے۔ پچھتر سالوں سے ہمیں جو کچھ مل رہا ہے، اسی راستے پر ہمیں چھوڑ دیا جائے اور ہمارے حقوق کو سلب نہ کیا جائے۔ آخر کار ان لوگوں پر گولیاں چلائی گئیں۔ ان کو شہید کیا گیا لیکن وہ لوگ پھر بھی پرامن ہیں، پھر بھی اسی طرح آرام سے بیٹھے ہیں۔ ہزاروں لوگوں کا روزگار border کے ساتھ وابستہ تھا، ان کا border کے پار آنا جانا تھا لیکن آپ نے border بند کر دیا۔ اسی طرح ماشخیل بارڈر بند ہے۔ اسی طرح ملک کے دوسرے حصوں میں بھی borders کی صورت حال ہے۔ ان لوگوں کا بھی روزگار اس سے وابستہ تھا لیکن اسے بھی ختم کر دیا گیا۔ جب زراعت بھی ختم ہو گئی، جب آپ نے border بھی بند کر دیا، وہاں تعلیم کے مواقع بھی نہیں ہیں تو اب ان حالات میں اگر کوئی یہ کہے کہ میں اس بجٹ کی کیوں مخالفت کرتا ہوں تو یہ بات مناسب نہیں ہے۔ میری حکومت سے گزارش ہے کہ ان معاملات پر غور کرے۔

ہم مخالفت برائے مخالفت نہیں کرتے۔ بلوچستان کی حالت بہت خراب ہے۔ بلوچستان تباہ حال ہے۔ کوئلے کے متعلق تو آپ کو معلوم ہے۔ ابھی جو عام لوگ معدنیات نکالنے کے لیے مزدوری کرتے ہیں، ان مزدوروں کو بھی اجازت نہیں دی جا رہی۔ آپ کے سامنے ہے کہ ڈُکّی بھی بند ہو گئی۔ باقی تجاویز کو تو چھوڑیں، مجھے یقین ہے کہ ہماری اس ایوان میں کی گئی تقریر کی وجہ سے نہ PSPD میں کوئی تبدیلی آ سکتی ہے، نہ بجٹ میں کوئی تبدیلی آ سکتی ہے۔

امن و امان کے حوالے سے بلوچستان کے موجودہ حالات آپ کے سامنے ہیں۔ حکومت کو چاہیے کہ کم از کم امن و امان کے معاملات کو تو control کرے۔ جب تک کوئی حکمران اسلام کے حوالے سے جب کسی قوم کو امن نہیں دے سکتے تو وہ حقِ حکمرانی نہیں رکھتے ہیں۔ ابھی بجٹ تقریر کرتے ہوئے ہمارے ایک ہندو اقلیتی رکن نے سود کے متعلق ذکر کیا۔ ہمارا بطور مسلمان، قرآن مجید پر ایمان ہونا چاہیے۔ ہماری بدبختی اور بدقسمتی ہے کہ ہمارا بجٹ مسلسل سودی نظام پر چل رہا ہے۔ اسی وجہ سے ہم ایک دلدل میں پھنستے جا رہے ہیں۔

جناب چیئرمین! سیلاب کے حوالے سے ہمارے دوستوں نے بات کی، خاص طور پر سندھ کے ایک بھائی نے بھی ذکر کیا۔ بلوچستان میں جب 2022 میں سیلاب آیا تو اس سیلاب کی وجہ سے لوگ تباہ ہو گئے۔ ان کے گھر، ان کی زمینداری بلکہ ان کا سب کچھ تباہ ہو گیا لیکن اب تک ایک پائی بھی کسی کو نہیں ملی۔ لہٰذا، یہ تمام مسائل آپ کے سامنے ہیں۔ یہ پاکستان نہیں بلکہ مسائلستان ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پاکستان پر رحم کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اتنا شعور دے کہ ہماری توجہ اپنی ذات سے ہٹ کر عوام کی طرف ہو جائے۔ اگر ہم میں سے ہر ایک ان مسائل سے چشم پوشی کرتا ہے تو پھر اس ملک کا اللہ ہی حافظ ہے۔ واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: یہ جمعیت علمائے اسلام کے پارلیمانی لیڈر نہیں تھے تو انہوں نے مجھے کہا تھا کہ انہیں میرا time دے دیں۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ کو میں دوبارہ time دوں گا۔ آپ مہربانی فرما کر تشریف رکھیں۔ ایک تو گزارش یہ ہے کہ یہاں پر معزز اراکین نے، چاہے اپوزیشن کی طرف سے یا حکومت کی طرف سے، بجٹ کے حوالے سے تقاریر کیں اور تجاویز پیش کیں چاہے جس منسٹری کے حوالے سے ہو، چاہے وہ فنانس ہو، چاہے فنانس کے اندر FBR ہو، چاہے Interior ہو، جو بھی منسٹری ہو، اس کے افسران اور وزراء کو ایوان میں موجود ہونا چاہیے۔ یہ اراکین کا استحقاق ہے اور ان کا حق ہے۔ ہم متعلقہ وزارتوں کو جن کی یہاں پر authorities بیٹھی ہوئی ہیں یا جن کے افسران بیٹھے ہوئے ہیں، ان کو سختی سے ہدایت کرتے ہیں کہ خاص کر بجٹ کے حوالے سے بحث کے دوران یہاں موجود رہیں۔ ابھی لیڈر آف دی ہاؤس بھی آئے ہوئے تھے، میرا خیال تھا کہ وہ آئیں گے تو میں ان کے سامنے یہ بات کروں گا۔ پھر اگلی مرتبہ میں سخت ruling دوں گا۔ معزز اراکین اتنے دور سے اور ان حالات میں یہاں آتے ہیں اور بجٹ تو بہت اہم موقع ہوتا ہے۔ پاکستان کے چھبیس کروڑ عوام اس کو دیکھ رہے ہیں، پوری قوم دیکھ رہی ہے تو اس حوالے سے متعلقہ محکمے کو اور اس کے وزیر کو یہاں ہونا چاہیے۔ میری طرف سے یہاں اپنے آفس کو، ، یہاں پر موجود جو افسران ہیں، فنانس منسٹری کے، FBR کے، جو بھی متعلقہ ہیں، ان کو سختی سے ہدایت کی جاتی ہے کہ ان کو یہاں پر ہونا چاہیے اور یہاں پر بیٹھنا چاہیے اور دونوں اطراف کے تمام معزز اراکین کی بجٹ کے حوالے سے تجاویز کا جواب دیا جائے اور انہیں مطمئن کیا جائے۔ شکریہ۔

سینیٹر دنیش کمار: جناب! میں ایک بات کرنا چاہوں گا۔ مجھے صرف بیس سیکنڈ دے دیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: ٹھیک ہے۔ صرف بیس سیکنڈ لیں۔

سینیٹر دنیش کمار: جناب! ٹی وی پر ایک خبر بار بار چل رہی ہے کہ فنانس منسٹری نے کہا ہے کہ جو non-filers ہیں، ان کو بیرون ملک کہیں بھی نہیں جانے دیا جائے گا۔ میں lighter mood میں ایک بات کروں گا۔ ابھی میرے ایک دوست کا فون آیا۔ دیکھیں ہمارے ہاں جو ladies ہوتی ہیں، جو گھریلو خواتین ہوتی ہیں، وہ filers نہیں ہوتیں۔ اگر فرض کریں میں filer ہوں تو میری بیگم نہیں ہیں۔ اسی طرح سے اور بہت سے لوگ ہیں۔ میرے دوست نے lighter

mood میں کہا کہ دنیش بھائی، یہ تجویز کب سے implement ہو رہی ہے تاکہ میں بیگم سے بہانہ کر سکوں کہ تم filer نہیں ہو، اس لیے تمہیں باہر نہیں لے جا سکتا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: اکیس سیکنڈ ہو گئے ہیں۔ آپ نے بیس سیکنڈ کا کہا تھا۔

سینیٹر دنیش کمار: جناب! میں یہی کہہ رہا ہوں کہ آپ حکومت کی اس طرف توجہ دلائیں کہ وہ بے چاری عورتیں ہیں جبکہ ہم مرد حضرات کو یہ موقع نہ ملے کہ ہم اپنی بیگمات کو باہر نہ لے جائیں۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ۔ سینیٹر مسرور حسن صاحب۔

Senator Syed Masroor Ahsan

سینیٹر سید مسرور احسن: جناب چیئرمین! سب سے پہلے میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے بات کرنے کا موقع دیا، گو کہ ایوان خالی ہے اِدھر سے بھی اور اُدھر سے بھی لیکن ہمیں تو دیواروں سے باتیں کرنے کی عادت ہو چکی ہے۔۔۔۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: چلیں اس پر تو بات ہو گئی ہے۔

سینیٹر سید مسرور احسن: ابھی مجھے بات کرنے دیں، کسی کو بیس منٹ، کسی کو پچاس منٹ اور کسی کو پینتالیس منٹ ملتے ہیں۔ جناب چیئرمین! With due respect, پہلے ہی آپ نے روکنا شروع کیا تو میں بند کر دیتا ہوں۔۔۔۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: چالیس منٹ میں نے کسی کو نہیں دیے ہیں۔ جی۔

سینیٹر سید مسرور احسن: صبح بڑا اچھا ماحول تھا اور بہت اچھا لگا کہ Leader of the Opposition نے بھی بہت اچھی اچھی باتیں کیں اور ہم نے بھی ان کی باتوں کو بہت احترام، دلچسپی اور خاموشی کے ساتھ سنا پورا دن، لیکن رویہ دونوں اطراف کا ایک ہی جیسا دکھائی دیتا ہے، نہ آپ ہوتے ہیں اور نہ آپ ہوتے ہیں۔ بہرحال، میں نے کہا کہ ہمیں دیواروں سے باتیں کرنا اچھا لگتا ہے۔ ذوالفقار علی بھٹو باتیں کرتے کرتے پھانسی پر چڑھ گئے، آج تو سال بھر کی قید کی باتیں کر رہے ہیں۔ آصف علی زرداری چودہ سال جیل میں دیواروں سے باتیں کرتے کرتے دو مرتبہ صدر بن گئے۔ جناب چیئرمین! میں یہاں ایسے نہیں بیٹھا، ہم نے بھی ایک جمہوری struggle کی

ہے، ضیاء الحق کے دور میں ہم نے اپنی پیٹھ پر پندرہ کوڑے کھائے ہیں، جب آپ World Cup کی trophy لے کر اپنے ہسپتال کو بنارہے تھے۔ ہم تو گلہ نہیں کرتے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ سیاست میں dialogue کی بہت اہمیت ہے۔ ہم پر اپوزیشن کی جانب سے یہ الزام لگایا گیا کہ پیپلز پارٹی والے منافقت کر رہے ہیں، یہ نورا کشتی لڑ رہے ہیں۔ یہی تو ہم آپ کو سکھانا چاہتے ہیں، یہی تو ہم آپ کو بتانا چاہتے ہیں کہ سیاست میں dialogues ہوتے ہیں۔ ہماری کوئی reservation ہے اور reservation تھی جس کی بناپر ہمارے چیئرمین کل بجٹ اجلاس سے باہر رہے۔ ہم نے اپوزیشن لیڈر سے بھی بات کی، حکومتی پارٹی سے بھی بات کی، ہم ان کو مطمئن کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کیونکہ ہم چاہتے ہیں کہ اس بجٹ میں جو ہم سے وعدے کیے گئے تھے، اس کے مطابق کریں کیونکہ ملک اس وقت انتہائی نازک دور سے گزر رہا ہے اور اس نازک دور میں سیاست اور معیشت کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ ہم جمہوریت کو derail نہیں ہونے دیں گے لیکن اس جمہوریت کو derail ہونے سے بچانے کے لیے دونوں طرف ایک balance ہونا چاہیے تاکہ ہماری بھی بات سنی جاسکے اور اپوزیشن کی بھی بات سنی جاسکے اور ہم سب مل کر ایک لائحہ عمل بناسکیں۔ ہم تو بچپن سے، ایوب خان کے زمانے سے سنتے چلے آرہے ہیں کہ اگلے پانچ سال کا بجٹ آئے گا اور ملک خوشحال ہو جائے گا، پھر آئے گا اور ملک خوشحال ہو جائے گا۔ ملک ستر سال سے خوشحال ہی نہیں ہو پارہا۔ اب آئیں تمام سیاسی پارٹیاں ان سارے معاملات پر بات کریں، یہ ہمیں ایک اچھا موقع ملا ہے کہ اس پر بیٹھ کر بات کریں۔

میں بجٹ کے معاملات میں اس لیے بھی زیادہ مطمئن نہیں ہوں ۔ ہمارے 80 million workers جو اس ملک کی صنعتوں کا پہیہ چلاتے ہیں، زراعت کو چلاتے ہیں، پرائیویٹ کام کرتے ہیں، ان 80 million workers کو ان سارے معاملات سے الگ کر دیا گیا ہے۔ اس بجٹ میں ان کے بارے میں کوئی بات نہیں رکھی گئی ہے۔ ہمارے ذوالفقار علی بھٹو شہید نے 1976 میں ایک Act pass کیا تھا اور اس میں کہا تھا کہ جو بھی ورکرز ہوں، ان کو رجسٹرڈ ہونا چاہیے۔ اس ایکٹ کے تحت آجر اور اجیر کے درمیان ایک معاہدہ ہوا تھا۔ اس ایکٹ کے تحت 1%. مزدور دیتا تھا اور 5% مالک دیتا تھا اور اتنا ہی حصہ حکومت پاکستان ادا کرتی تھی۔ اس کو EOBI کہتے ہیں، اس کے متعلق کوئی بات نہیں کی گئی۔ اس بجٹ میں کہا گیا ہے ہم contribution pension

fund بنائیں گے۔ جب ایک ادارہ موجود ہے، آپ اس ادارے کو جدید بنیادوں پر استوار کریں، اس کو دیکھیں۔ آخر وہ بھی تو انسان ہیں جو 1976 سے دس ہزار روپے صرف پنشن لے رہے ہیں۔ ان کی پنشن میں تو کوئی اضافہ نہیں کیا جاتا، وہ تو اُسی حالت میں ہیں۔ تنخواہ دار لوگوں پر انتہائی ظلم کر دیا گیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ 330 ارب روپے کا پچھلے سال share دیا گیا۔ 330 ارب روپے کا share دینے والے کو اب دگنا کر دیا گیا ہے لیکن ان کو سہولت کیا دی جا رہی ہے؟ بنیادی استعمال کی ساری چیزوں پر ٹیکس لگا دیا گیا ہے۔ ضرورت کی تمام اشیاء پر ٹیکس عائد کر دیا گیا ہے۔ غریب آدمی کدھر جائے۔ اس ملک کی 98% آبادی محنت کرتی ہے اور اپنی محنت کو بیچتی ہے تو اسے اس کی قیمت ملتی ہے۔ ان کو ٹیکس کے سارے معاملات سے الگ کر دیا گیا ہے، ان کو ان معاملات میں شامل نہیں کیا گیا۔ مزدور، کسان طبقہ، یہ بجٹ صرف اشرافیہ کے لوگوں کی سہولت اور فائدے کے لیے مجھے دکھائی دیتا ہے۔

ویسے جو ہماری پارٹی فیصلہ کرے گی، ہم اس کو support کریں گے لیکن یہ بجٹ عام آدمی کا نہیں ہے۔ تنخواہ دار طبقہ رل رہا ہے، رل گیا ہے، بیزار ہو چکا ہے۔ وہ کھانے پینے کی چیزوں پر 18% sales tax بھی دے گا۔ جب کہ وہ سارے معاملات میں رجسٹرڈ بھی نہیں ہے۔ براہِ مہربانی ان ساری چیزوں کو دیکھیں۔ اس کے لیے ضرورت ہے کہ اپوزیشن والے بھی ہمارے ساتھ مل کر بیٹھیں، منافقت نہ کریں۔ آپ سارے سسٹم کو مانتے ہو، آپ سینیٹ، قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلی میں ہیں لیکن باہر جا کر مخالفت کرتے ہیں۔ اگر ہم سیاسی لوگ آپس میں مل کر بیٹھیں گے اور ایک لائحہ عمل بنائیں گے تو ملک بہتر طریقے سے آگے جا سکتا ہے اور پاکستان کا ایک مستقبل ہو سکتا ہے۔ شکریہ، جناب چیئرمین۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ۔ سینیٹر حاجی عبدالشکور اچکزئی صاحب۔

<u>Senator Abdul Shakoor Khan</u>

سینیٹر عبدالشکور خان: بہت شکریہ، جناب چیئرمین صاحب! سب سے پہلے اپنے دوست سینیٹر دنیش کمار کا تذکرہ کرنا چاہوں گا۔ وہ ہندو مذہب سے تعلق رکھتے ہیں اور ہمارا مذہب ہندو مذہب کی بھی قدر کرتا ہے، ہر مذہب کی قدر کرتا ہے۔ ان کے ساتھ ہم دوستی رکھ سکتے ہیں، ان کے ساتھ ہم بیٹھ سکتے ہیں، وہ میرے دوست بھی ہیں۔ ایک چیز جو انہوں نے سود کے متعلق قرآنی آیات کا حوالہ دیا

اور اللہ کا حکم سُنایا ہے۔ ایک ہندو کی زبان سے یہ سنتے ہوئے میرے تو جگر میں آگ لگ گئی ہے۔ اب لوگوں کے جگروں میں آگ لگی یا نہ لگی وہ تو ہر ایک کا اپنا ایمان ہے۔ ایک ہندو آج یہاں سود کے بارے میں اللہ کا حکم سُنا رہا ہے۔ میں اپنی بات آئندہ کروں گا لیکن یہ ایک بات آ گئی تھی تو اس ہندو کے کہنے پر میں اپنے آپ کو ایک مسلمان ہوتے ہوئے اور سینیٹ جیسے ادارے کا رکن ہوتے ہوئے میں اپنے آپ کو علامتی تھپڑ مارتا ہوں، یہ رہا تھپڑ۔ اس پر ہمیں سوچنا چاہیے کہ ایک ہندو آج ہمیں اللہ کا حکم سُنا رہا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے چودہ سو سال پہلے اللہ کا حکم سُنایا تھا اور اُسی وقت اس معاشرے میں سود ختم ہو گیا تھا۔ نہ صرف ہمیں چودہ سو سال سے انکار ہے بلکہ آئندہ بھی ختم نہ کرنے کا ارادہ کیا ہے کہ ہم سود کو ختم نہیں کریں گے۔ یہ اللہ کی حکم عدولی ہے، بجٹ اور معیشت بھی ہوتے رہیں گے، براہِ مہربانی اللہ کی اس نافرمانی سے نکلنے کی کم از کم ہم کوشش کریں اور اس عذاب سے نکلیں۔ سود کی جو حرمت اللہ تعالیٰ اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں بتائی ہے، جتنے بھی گناہ ہیں، ایک تو شرک ہے، میرے خیال سے مجھے جہاں تک علم ہے شرک کے بعد سود کا دوسرا نمبر آتا ہے۔ ہمارا پورا ملک سود پر نہ صرف چل رہا ہے بلکہ ایک mind-set ہے لوگوں کو بتایا گیا ہے کہ سود کے بغیر ہماری معیشت نہیں چل سکتی۔ آپ اپنے پڑوسی ملک افغانستان کو دیکھیں، افغانستان میں سود بالکل ختم ہو چکا ہے یہ بالکل حکم عدولی ہے، یہ نہیں کرنا چاہیے۔

جناب چیئرمین! دوسری بات میں شروع کروں گا چونکہ یہ میرے agenda کا حصہ نہیں تھا۔ میرے دل میں ایک آگ لگی تو اس آگ کو آپ تک پہنچایا، براہ مہربانی اس پر سوچیں۔ دوسری بات میں شروع کروں گا۔ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (عربی)

جناب چیئرمین! بحالت مجبوری میں نے جو بات کی بہر حال وہ تو ہو گئی چونکہ وہ بہت ضروری تھی۔ میں اپنی بات کدھر سے شروع کروں؟ میں اپنی بات مجبوراً ایک لطیفے سے شروع کرنا چاہوں گا، ایک لطیفہ ہے۔ میرا تعلق بلوچستان سے ہے، میں ایک پٹھان ہوں، میرا تعلق جمعیت علماء اسلام سے ہے۔ ایک لطیفہ، گاؤں کے ایک نسبتاً غریب آدمی نے اپنے محلے کی دعوت کی، جب رات ہوئی اور کافی دیر ہوئی، رات کے دس بج گئے۔ محلے کے لوگ اس کے پاس نہیں آئے تو بے چارا تکیوں کو دیکھتا رہا، پھر دیکھتا رہا جب اس کی امید بالکل ختم ہو گئی پھر وہ اٹھا اور تکیوں سے ملنا شروع کر دیا۔ ایک تکیے کو اٹھایا پخیر کہا، دوسرے تکیے کو اٹھایا جوڑ پخیر کہا، وہ تکیوں سے ملتا رہا۔ اس طرح تکیوں سے ملا جس طرح

میں ابھی کرسیوں سے مل رہا ہوں۔ جناب چیئرمین ! پارلیمانی پارٹیوں کی ایک meeting ہونی چاہیے۔ آپ نے ابھی بتایا کہ کمیٹیوں کا اجلاس ہو رہا ہے تو اس وجہ سے کرسیاں خالی ہیں۔ مجھے یہاں پر دو مہینے ہو گئے ہیں اور میں تقریباً ہر اجلاس میں آتا ہوں، صرف آ کر چلا نہیں جاتا یہاں پر بیٹھا رہتا ہوں اور کچھ سیکھنے کی کوشش کرتا ہوں۔ دو مہینوں سے یہی وتیرہ ہے کہ ہماری تعداد تقریباً چالیس سے نہیں بڑھی۔ میرے خیال سے ہمارے 85 ممبرز ہیں۔ اس پر ہمیں سوچ وبچار کرنی چاہیے کہ ہماری تعداد بڑھے۔ یہ کیا ہے؟ ہم یہاں پر کیا کرنے آئے ہیں؟ یعنی اگر ہم یہاں پر یاری دوستی میں آتے ہیں، گپ شپ لگانے آتے ہیں پھر تو ٹھیک ہے۔ اگر ہماری ایک ذمہ داری ہے اور ہم اس کی باقاعدہ تنخواہ لیتے ہیں تو میرے خیال سے یہ بہت ضروری ہے کہ ہم اس کو بہت سنجیدگی سے لیں یہاں پر بیٹھیں، اپوزیشن پر تو زیادہ بات نہیں آتی، بات تو حکومتی ممبران پر آتی ہے۔ ہمارے وزیر صاحبان اور ہمارے حکومتی ممبران نہیں آتے، جب وہ نہیں آتے تو اپوزیشن کا نمبر ظاہر سی بات ہے بعد میں آتا ہے۔

جناب والا! میں درمیان میں پھر معیشت پر بات کروں گا۔ ابھی بجٹ کا اجلاس چل رہا ہے، معیشت پر بات کریں گے۔ میں ایک چیز پر مذمت کا لفظ استعمال کروں گا۔ ایک mind-set بنا ہوا ہے کہ جتنے بھی حکومتی ممبران ہیں، ان کے ذہن میں ہے کہ یہ بجٹ سو فیصد زبردست بجٹ ہے، یہ حکومتی ممبران کے ذہن میں ہے۔ یعنی اگر سو نکتے ہیں تو سو کے سو ہی صحیح ہیں اور اپوزیشن کے ذہن میں یہ ہے کہ اگر سو نکتے ہیں تو سو کے سو ہی غلط ہیں۔ میں اس mind-set کی بالکل مذمت کرتا ہوں، یہ ہمارے لیے صحیح نہیں ہے۔ حکومتی ممبران کو بجٹ میں دیکھنا چاہیے کہ اگر اس میں سو نکتے ہیں تو اس میں سے 90 نکتے صحیح ہوں گے اور بھائی دس تو غلط ہوں گے، آپ دس کی نشان دہی کر لیں۔ اپوزیشن ممبران سے کہنا چاہتا ہوں اگر بجٹ میں سو نکتے ہیں تو سو میں سے 90 غلط ہیں، کم از کم دس تو صحیح ہونے چاہیں، یعنی اپوزیشن کے سامنے سو میں سے 90 غلط ہوں گے۔ بھائی دس چیزیں تو اچھی ہوں گی، ان دس چیزوں کی اپوزیشن تعریف تو کرے لیکن یہ ایک mind-set بنا ہوا ہے اگر حکومتی ممبر ہوں تو بجٹ زبردست ہے اور اگر میں اپوزیشن ممبر ہوں تو بجٹ بالکل غلط ہے۔ یہ ایک mind-set کی بھی بات ہے، یہ mind-set نہیں ہونا چاہیے۔

تیسری بات چونکہ ملکی معیشت پر بات ہو رہی ہے۔ میں اپنے علاقے کی معیشت کی بات کروں گا۔ میرا تعلق ضلع قلعہ عبداللہ سے ہے۔ چمن border پچھلے آٹھ مہینوں سے بند پڑا ہوا ہے جو ہماری نگران حکومت تھی، اب میں یہ سوچنے سے قاصر ہوں کہ اتنے بڑے فیصلے نگران حکومت کیسے کر سکتی ہے۔ ایک border جس کو ستر سالوں سے لوگوں کو آنے جانے کا راستہ دیا ہوا تھا۔ افغانستان میں ان ستر سالوں میں بہت سی حکومتیں آئیں اور افغانستان میں حکومت آنے جانے کا یہ system بھی نہیں ہے جیسے پاکستان میں ہے۔ پاکستان میں حکومت تبدیل ہوتی ہے لیکن آپ کا systemادھر ہی رہتا ہے۔ افغانستان میں جب حکومت بدلتی ہے تو system ہی changeہو جاتا ہے۔ وہاں پر طرح طرح کے لوگ، یعنی Russian, American اور طالبان آئے ان سب کے دور میں یہ border کھلا تھا۔ مجھے یہ سمجھایا جائے یا اس ایوان کو یہ سمجھایا جائے کہ ابھی کیا آفت آپڑی ہے کہ اس border کو آپ نے بند کر دیا ہے۔ جناب چیئرمین! Border سے روزانہ پچاس ہزار لوگ cross کرتے تھے۔ ان میں تاجر حضرات تھے جو اپنا کاروبار کرتے تھے، ان میں محنت مزدوری کرنے والے لوگ بھی تھے۔ State نے ایک دم یہ فیصلہ کیا اور اس border کو بند کر دیا اور ان پچاس ہزار لوگوں کے بارے میں بالکل بھی نہیں سوچا کہ یہ لوگ کیا کریں گے۔ اگر یہ State کی ذمہ داری نہیں ہے تو مجھے سمجھایا جائے شاید میں غلط ہوں کہ بھائی لوگوں کے روزگار کے بارے میں سوچنا بالکل State کی ذمہ داری نہیں ہے۔ جہاں تک مجھے پتا ہے اگر اس State کی ذمہ داری ہے تو پچاس ہزار لوگ یعنی یہ پچاس ہزار خاندان ہیں ان کی تعداد لاکھوں میں بنتی ہے اگر آپ ان لاکھوں لوگوں کو بے روزگار کر رہے ہیں تو آپ ان کو کیا دے رہے ہیں؟ آپ نے ان کے لیے کیا منصوبہ بنایا ہے؟ میں یہ دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ ان لوگوں کے لیے بالکل کوئی بھی منصوبہ نہیں بنایا گیا ہے تو یہ ہماری معیشت کی کمر توڑی گئی ہے۔ چمن کے بارے میں ایک اعلیٰ سطح کا وفد بنایا جائے جس میں سینیٹ ہو، یا قومی اسمبلی ہو، وہ جا کر لوگوں سے بات کرے کہ یہ مسئلہ کیا ہے۔ Border اگر پچھلے ستر سال سے کھلا تھا تو ابھی کیا آفت آپڑی ہے کہ آپ نے border کو بند کر دیا ہے۔

جناب، میں اپنی دوسری بات فاٹا کے حوالے سے مختصراً کرنا چاہوں گا۔ فاٹا کا جو انضمام ہوا، وہ کس طرح سے ہوا، کون اس میں شامل تھا، کون اچھے میں تھا یعنی راضی تھا، کون ناراض تھا، یہ تو

ایک الگ story ہے کہ ایسا کیوں ہوا۔ بالکل سات سال پہلے آپ نے فاٹا کا انضمام کیا اور ایک آئینی تحفظ دے کر ان سے وعدہ کیا کہ آپ کا جو normal budget ہے، اس سے ہٹ کر سال میں ایک سو ارب روپے فاٹا کو دیے جائیں گے یعنی دس سالوں میں ایک ہزار ارب روپے آپ نے فاٹا کو دینے تھے۔ اس میں سے ابھی تک سات سال گزر گئے ہیں۔ سات سال میں جن کے ساتھ آپ نے آئینی وعدہ کیا تھا کہ سات سال میں آپ نے انہیں سات سو ارب روپے دینے تھے، اس میں سے آج تک ان سات سالوں میں آپ نے صرف ایک سو دس ارب روپے دیے ہیں۔

یہ فاٹا ایک جنگ زدہ علاقہ ہے اور میرے خیال میں فاٹا کے جو حالات ہیں میں اب ان پر کیا کہوں۔ یہ سب کو پتا ہے کہ فاٹا میں کیا حالات چل رہے ہیں۔ تو kindly آپ ایک ruling دیں۔ جو میرے حکومتی ساتھی یہاں بیٹھے ہیں وہ اس چیز پر غور کریں کہ فاٹا کے ساتھ جو وعدہ کیا گیا تھا، اس کو وفا کیا جائے اور اس کو پیسے دیے جائیں۔

اگلی بات کوئٹہ کراچی روڈ پر ہے۔ میرے دوست نے ابھی اس کی تعریف کی۔ اس کو خونی شاہراہ کہا جاتا ہے۔ اگر ہم ان دس سالوں میں بلوچستان میں دہشت گردی کی بات کریں تو اس میں بھی چھ ہزار لوگ شہید نہیں ہوئے ہیں لیکن اس روڈ پر پچھلے دس سالوں میں چھ ہزار لوگ شہید ہو چکے ہیں اور اس کو بلوچستان والے، جس سے بھی پوچھو کہ، یعنی عجیب بات ہے کہ آپ کسی سے پوچھیں کہ خونی شاہراہ کہاں ہے تو وہ آپ کو ہاتھ ایسے کرکے کہیں گے کہ یار وہ خونی شاہراہ ہے۔

اس خونی شاہراہ پر ہمارے federal کے بجٹ میں سالانہ پانچ فیصد پیسے رکھے جاتے ہیں یعنی جو اس کا total budget ہے اس کا پانچ فیصد اس سال رکھا گیا ہے۔ پانچ فیصد کا مطلب ہے کہ یہ خونی شاہراہ بیس سالوں میں مکمل ہو گی۔ تو یہ ہماری ترجیحات ہیں۔ اگر میں اس کو خونی شاہراہ کہہ رہا ہوں، یا تو وہ خونی شاہراہ ہو گی نہیں، ٹھیک ہے۔ اگر وہ خونی شاہراہ نہیں ہے تو وہ۔۔۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی عبدالشکور صاحب! آپ کا صرف ایک منٹ باقی ہے۔

سینیٹر عبدالشکور خان: میں اپنی بات زیادہ بڑھاؤں گا بھی نہیں۔ بڑی مہربانی۔ حکومتی ممبران اس بارے میں سوچیں اور اس بارے میں بجٹ دیں اور ہماری اس خونی شاہراہ کو جلد مکمل

کروائیں۔ آخری ایک بات یہ کہ بیرون ملک passport کے قانون میں جو تبدیلی کی گئی ہے کہ وہاں پر جو لوگ چلے گئے ہیں تو مجھے یہ سمجھ نہیں آرہا کہ جب آپ passport cancel کر رہے ہیں تو اس کا مطلب یہ کہ کیا آپ ان کی پاکستانی شہریت بھی cancel کر رہے ہیں یا صرف passport cancel کر رہے ہیں۔ ایک تو ہم یہ بڑے فخر سے بتاتے ہیں کہ۔۔۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: یہ ہم نے بتادیا ہے کہ اگلے ایوان میں اس کی وضاحت آجائے گی۔

سینیٹر عبدالشکور خان: بس آدھا منٹ اور۔ یعنی بڑے فخر سے ہم بتاتے ہیں کہ یہ سالانہ اتنے ڈالر بھیجتے ہیں۔ ابھی شاید یہ ترسیل تیس ارب تک پہنچ چکی ہے۔ تو ان کا passport ہم منسوخ کر رہے ہیں اور ان کو یہ بتا رہے ہیں کہ پاکستان کا آج کے بعد آپ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ آپ بس ان ادھر کے ہو کر رہ جاؤ۔ یعنی جو وہاں سے ڈالر بھیج رہے ہیں ہم انہی کے منہ پر تھپڑ مار رہے ہیں کہ وہ اب ڈالر نہ بھیجیں۔ تو یہ چیز غلط ہے اور یہی میری کچھ گزارشات ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی شکریہ۔ ایوان کی کارروائی ختم کرنے سے پہلے ایک دفعہ پھر یہاں پر جو دونوں جانب معزز ممبران موجود ہیں، جنہوں نے بجٹ کے حوالے سے متعلقہ منسٹر صاحبان جیسے کہ Finance ہے یا اس کے متعلق FBR ہے، جو بھی ہیں ان کا بھی استحقاق بھی ہے اور حق بھی ہے کہ دونوں طرف کے ممبران کے سوالات کا جواب دیا جائے۔ آگے اجلاس میں Minister Finance اور جو بھی متعلقہ افسران یہاں بیٹھے ہیں ان سے یہ گزارش ہے اور ہدایت بھی ہے کہ متعلقہ ministers and secretaries کی حاضری کو یقینی بنائیں تاکہ سینیٹ جو کہ ایک بہت بڑا اور اہم ادارہ ہے اور یہ واحد ادارہ ہے جو federation کی نشانی ہے، جس میں تمام صوبوں کی equal نمائندگی ہے۔ اسی طرح ہم آگے بھی چلیں گے۔

ابھی اس ایوان کی کارروائی بروز جمعہ ۱۴ جون ۲۰۲۴ صبح ساڑھے دس بجے تک ملتوی کی جاتی ہے۔ شکریہ۔

(The House was then adjourned to meet again on Friday, the 14th June, 2024 at 10:30 a.m.)